رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳

THE AKHBAR ALHAKAM

الحکم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور معروف اخبار

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

بیشک خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جبتک وہ قوم اپنی حالت نہ بدلے

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس و دیگر آدمے دیگر

مرتب شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

خدا کے فضل اور رحم کیساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

جلد ۲۵ | مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۲۳ء | نمبر ۱۴ و ۱۵

سالار اسلام کی تقریر

خدا سے مدد طلب کرو

دشمن کی شرارت کا مقابلہ نہ کرو

ماریں کھاؤ اور ہاتھ نہ اٹھاؤ

۴ مارچ ۱۹۲۳ء کو دوسرا وفد علاقہ ارتداد کی طرف روانہ ہوا۔ اس کو رخصت کرتے ہوئے موٹر پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

خدا کے فضلوں کی بارش

لوگوں میں مثل مشہور ہے کہتے ہیں کہ ؏

جب خدا دیتا ہے تب دیتا ہے چھپر پھاڑ کر

انسان کوشش کرتا ہے۔ مگر اس کو کچھ نہیں ملتا مگر جب اللہ تعالیٰ دیتا ہے تو اپنے فضل سے چھپر پھاڑ کر دیتا ہے۔ ابھی میں نے جب سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی تو میرے دل میں ڈالا گیا کہ تم ہی مستحق ہو۔ جو کہو کہ الحمد للہ رب العالمین

ہمارا جہاد وعظ و نصیحت ہے

جو لوگ آج سے پہلے ہمیں کہتے تھے کہ تم جہاد کے منکر ہو۔ وہ جہاد سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہاد کا موقع دیدیا۔ وہ خدا کو ناراض کر کے جہاد کرنا چاہتے تھے۔ ہم خدا کے لیے اس جہاد کے منکر تھے جس کے وہ قائل تھے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے موقع دیا۔ اگر لوگوں کو زبردستی مارنا اور تلوار کا استعمال کرنا اسلام میں جائز ہوتا اور اس سے خدا خوش ہوتا۔ تو میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ہمیں اپنی جان کی کچھ پرواہ نہ ہوتی۔ اور اگر سچائی کے خلاف ظالمانہ عمل خدا کو نعوذ باللہ پسند ہوتا۔ تو ہم ضرور کرتے۔ ہاں اب ہمیں اس قسم کے جہاد کا موقع دیا گیا ہے کہ خدا کے دین کی حفاظت کی کوشش کریں اور وعظ و نصیحت سے دین پھیلائیں۔

جن کو خدمت دین کا موقع ملے وہ خوش قسمت ہیں

جو لوگ اس کام کے لیے جاتے ہیں اور ان کو اس خدمت کا موقع ملا ہے وہ خوش قسمت ہیں۔ یہ مت سمجھو کہ تم کسی خطرے میں جاتے ہو یا تم پر کوئی بوجھ ڈالا گیا ہے یا تم کوئی قربانی کرتے ہو۔ یہ اللہ ہی کا احسان ہے کہ اس نے تمھیں یہ موقع دیا ہے۔ اور ایسے موقع خوش قسمتی سے نصیب ہوتے ہیں۔ جن کے دل میں یہ خواہش ہے وہ خوش نصیب ہوتے ہیں۔ ہم سے جو کام ہوتا ہے اس میں ہماری بڑائی نہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے آج وہ بھی لوگ ہیں جن کو حکومت کی اور لیڈری کی فکر ہے۔ ہم بھی ان ہی میں سے ہیں۔ ان کے بھائی بند ہیں۔ رشتہ دار ہیں۔ ان کے دلوں میں یہ بات نہیں جو تمھارے دلوں میں ہے۔ یہ محض اللہ کے فضل ہی ہیں جنھوں نے ہمیں کو نواز دیا۔ ورنہ ہم بھی وہی ہیں جو وہ ہیں۔ پس خدا کے حضور دعائیں کرتے ہوئے اٹھو اور اس کے ساتھ اس کام کے لیے جاؤ۔ یہ موقعے ہر روز نہیں ملا کرتے

افسروں کے حکم کی اطاعت

میں نے پہلے کہا ہے اب پھر کہتا ہوں کہ افسروں کی اطاعت کرنا خواہ کیسے سخت احکام ہوں اور تکلیف ہو۔ ایک صحابی کو رسول کریم نے ایک جگہ بھیجا۔ انھوں نے وہاں جا کر کہا کہ میں جو حکم دوں گا وہ کرنا ہو گا۔ جہاں جہاں جو افسر ہیں ان کی اطاعت ضروری ہے۔ بھائی جی (حضرت مولوی شیخ عبد الرحیم صاحب) راستہ میں امیر ہیں۔ راستہ میں ہر ایک کام ان کے حکم کے ماتحت کرو۔ وہاں چودھری صاحب ہیں اور پھر ضرورت کے مطابق جس کو وہ مناسب سمجھینگے افسر اور ماتحت بنائینگے۔ تمھارا فرض ہو گا ہر ایک افسر کی اطاعت کرو۔ اس افسر کے حکم کو میرا حکم سمجھو۔ اور میرا حکم خدا کا حکم سمجھو کیونکہ میں جو کچھ کہتا ہوں اپنے نفس کے لیے نہیں کہتا۔ پس افسروں کی پوری اطاعت کرو۔

مخالفین کی سختی کے مقابلہ میں تمھاری پوزیشن

جوشوں کو تابو میں رکھو اگر تمھارے راستہ میں تکالیف آئیں تو نہ گھبراؤ تمھیں مخالف ماریں یا جو چاہیں تکلیف دیں تکلیف دیں تم صبر سے کام لو کہ اسی میں تمھاری فتح ہے۔ دشمن کی سختی کا نرمی سے

(انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی پرنٹر و پبلشر و پروپرائٹر چھپکر تراب منزل سے شائع ہوا)

جواب مت دو۔ ہمارے دل میں قانون کا ادب ہے۔ اگر وہ لوگ فساد کرینگے تو ممکن ہے۔ حکام کو دخل دینا پڑے اور پھر ہمارے لیے دقت ہو۔ ان لوگوں کے لیے وقت نہیں۔ کیونکہ وہ وہاں کے رہنے والے ہیں۔ ان کی آبادی وہاں ۸۰ فیصدی ہے پس اگر وہاں فتنہ فساد ہو تو آریوں کے حق میں مفید ہو گا ان کے آدمی وہیں کے ہیں۔ وہیں رہینگے۔ اس لیے تم ماریں کھاؤ۔ صبر کرو۔ اور آگے بڑھو۔ گالیاں سنو۔ اور دعائیں دو۔ تم ماریں خدا کے لیے کھاؤ۔ اور جواب نہ دو پھر خدا تمہاری مدد کریگا یہ چیز ہے جس سے فتح ہوتی ہے

روس کے بادشاہ نے دربان کو حکم دیا کہ کسی کو اندر نہ آنے دو ایک امیر جو بہت بڑا عہدہ رکھتا تھا آیا۔ اور اس نے اندر جانا چاہا۔ دربان نے اسے روکا کہ بادشاہ کی طرف سے داخلہ کی ممانعت ہے۔ اس نے کہا تم مجھے جانتے ہو۔ میں کون ہوں؟ دربان نے جواب دیا۔ ہاں میں جانتا ہوں۔ آپ فلاں ڈیوک ہیں۔ اس نے کہا کہ پھر کیوں روکتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ایسے بادشاہ کا حکم ہے۔ ڈیوک نے اس کو مارنا شروع کیا۔ وہ مار کھاتا رہا۔ مار کر کہا۔ ہٹ جاؤ۔ وہ ہٹ گیا۔ ڈیوک داخل ہونے لگا۔ وہ دروازہ میں کھڑا ہو گیا۔ ڈیوک نے پھر مارنا شروع کیا۔ غرض تین چار دفعہ ایسا ہوا۔ بادشاہ نے سب ماجرا دیکھا آخر کہا کہ یہ کیا ہے۔ ڈیوک نے غصہ سے بادشاہ کو کہا کہ دربان مجھ کو اندر آنے سے روکتا ہے بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تم جانتے ہو یہ کون ہے۔ جواب دیا ہاں پوچھا تم نے روکا۔ عرض کیا ہاں۔ کیوں روکا؟ اس لیے کہ حضور کا حکم تھا۔ اور بادشاہ کا حکم سب سے بڑا ہے۔ بادشاہ نے ڈیوک سے پوچھا۔ اس نے کہا تھا کہ میں بادشاہ کے حکم سے روکتا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ بادشاہ نے کہا۔ کمانڈنٹ تم اس کو مارو۔ ڈیوک نے کہا کہ یہ نہیں مار سکتا۔ کیونکہ مجھے فلاں عہدہ حاصل ہے۔ بادشاہ نے اس کو وہ عہدہ دیدیا اور کہا مارو۔ اس نے کہا کہ میں نواب ہوں بعض ایک عہدہ دار مجھے نہیں مار سکتا۔ بادشاہ نے کہا کونٹ بالشا سے اسے مارو۔

غرض اگر ایک دربان بادشاہ کا حکم ماننے کے باعث تھوڑی دیر مار کھانے سے معمولی دربان سے امیر اور نواب بن سکتا ہے تو کیا اگر ہم خدا کے لیے کوڑے کھائیں اور دشمنوں سے دکھ دیئے جائیں اور پھر مقابلہ نہ کریں تو خدا ہمیں اجر نہیں دیگا ضرور دیگا۔

پس ماریں کھاؤ اور مارنے والوں کے لیے دعائیں کرو۔ سختی کا جواب سختی سے نہ دو۔ یہ ہمارے اغراض کی منافی ہے۔ لوگوں میں روحانیت اور محبت سے اشاعت کرو اللہ پر بھروسہ کرو۔ دعائیں کرو۔ دعا استخارہ داخلہ شہر میں پہلے بتا چکا ہوں۔ بھائی جی لکھ دیں گے جن کو یاد نہیں۔

اس دعا کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اے خدا جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کا رب ہے اور اُن کا جو ان کے نیچے اور اوپر ہیں۔ ہمیں یہاں کے شروں اور فتنوں سے بچا۔ یہاں کے نیکوں کی محبت ہمارے دل میں ڈال۔ اور ہماری محبت ان کے دل میں ڈال۔ یہاں کی برکتوں سے ہمیں حصہ دے یہ مبارک اور جامع دعا ہے۔ جس کا بارہا تجربہ ہوا ہے۔ یہ دعا نہایت مفید ہے۔ اس لیے اس دعا کو خاص طور پر پڑھا کرو جب شہر میں داخل ہو۔ علاوہ اپنے کام کے ان بھائیوں کے لیے بھی دعا کرو جو دیگر ممالک میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ اور ان کے لیے جو کسی مجبوری کے باعث فی الحال نہیں جا سکے جو کمزور ہیں اللہ تعالیٰ ان کی کمزوریاں دور کرے

قاعدہ ہے کہ جب عزیز جدا ہوں تو تحفہ دیا جاتا ہے میں نے سوچا کہ کیا تحفہ ہونا چاہیئے۔ میرے خاندان کے لوگوں نے ۱۱۱ بطور صدقہ دیئے ہیں۔ جو راستہ میں خیرات کریں۔ اور وہاں کی خیراتی ضروریات میں بھی صرف کیے جائیں اس پر موجودہ احباب نے اپنی بساط کے مطابق اس میں حصہ لیا۔ یہ رقم دو سو کے قریب ہو گئی جو امیر وفد کے سپرد کر دی گئی۔ بعد میں حضور نے دعا فرمائی ۔ (الفضل)

سروجنی نائیڈو کو بشارت

شریمتی سروجنی نائیڈو نے سرگودہ کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے "اے کاش حضرت مسیح پنجاب میں پیدا ہوں۔ میں پرماتما سے پرارتھنا کرتی ہوں کہ پنجاب میں ایک عیسیٰ مسیح پیدا ہو جو دونوں لوگوں کے کشیدہ دلوں کو پھر متحد کر دے"

شریمتی سروجنی نائیڈو کو شاید معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نے پنجاب میں حضرت مسیح موعود کو پیدا کیا ہے۔ اور انہوں نے پیغام صلح کے نام سے اپنا آخری پیغام ہندو مسلم اتحاد کے لیے دیا۔ مگر افسوس اندھی دنیا نے اپنی نفسانی اغراض کی بنا پر عہد حاضرہ کے مصلح اعظم کی بات کو نہ سنا اور اس نعمت کو رد کر دیا۔ اور محض خیالی اور خوشنما اصولوں پر اتحاد کرنا چاہا جسکی حقیقت کھل چکی ہے اور ہندو مسلم اتحاد کا نام ایک دھوکہ اور سراب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس اتحاد کا ایک اور صرف ایک ہی ذریعہ ہے جسکی طرف سروجنی نائیڈو کی امید اور انتہائی خواہش (حضرت مسیح موعود) نے رہنمائی کی ہے۔ اگر سروجنی نائیڈو کی یہ تمنا یہ آرزو صرف دل لبھانی والی تقریر تک محدود نہیں تو اس کا فرض ہونا چاہیے کہ اس مبارک بستی میں جہاں خدا کا مسیح آیا ہے آ سکے۔ اور اس برکت سے حصہ پائے۔ جو وہ لیکر آیا ہے۔

"پرتاب" فساد کرانا چاہتا ہے

جو لوگ لاہور کے اخبار "پرتاب" کو باقاعدہ پڑھتے ہیں اس امر کا اندازہ آسانی سے کر سکتے ہیں کہ اس کی پالیسی ہندوستان کی دو بڑی قوموں ہندو اور مسلمانوں میں فساد کرا دینے کی طرف جا رہی ہے۔ کبھی مالابار کے فسادات پر تبصرہ کر کے کبھی ملتان کے واقعات کو دہرا کر۔ اور کبھی بعض سرحدی واقعات کا نام لے کر۔ ہندوؤں کو ضرور مسلمانوں سے نفرت دلائی جاتی ہے تاکہ اُن کے خلاف جوش پیدا کیا جاتا ہے۔ اور اگر پنجاب کے کسی مقام پر خدانخواستہ اس کشیدگی نے فساد کی صورت اختیار کی تو وہ صرف "پرتاب" کی تحریروں کا نتیجہ ہوگی۔ میں جہاں تک کسی شخص یا جماعت کی تبلیغی کوششوں کا سوال ہے اُس کا حق سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے خیالات یا عقائد کی اشاعت کرے اور دوسروں کو جائز اور معقول طریق پر اپنے مذہب کی خوبیوں سے آگاہ کرے اور اگر اسے اپنے عقائد کے منوا لینے میں کامیابی حاصل ہو تو یہ کوئی برا ماننے کی بات نہیں۔ مگر وہ مذہبی حقیقت کو چھوڑ کر محض دنیوی اور نفسانی اغراض کے لیے دھڑا بندیاں پیدا کرانا اس سے بڑھ کر کوئی بے ایمانی اور ملک اور قوم کے ساتھ غداری نہیں میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ اسلام صلح اور سلامتی کا دین ہے اور وہ دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے آیا ہے۔ اسلیے اگرچہ مسلمانوں کے ایمانی جذبات کو تیز زبانی اور گندے اور ناپاک اعتراضوں کے رنگ میں کسی قدر بھی صدمہ پہونچانے کی کوشش کی جائے۔ مسلمان اپنے وقار اور امن پسندی کی روح کو اپنے ہاتھ سے نہ دیں گے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ وہ دلائل اور براہین کے ساتھ نہ صرف اسلام کی حقانیت کا اظہار کرینگے بلکہ باطل مذاہب کی حقیقت کو طشت از بام کرنے میں کسی طاقت سے نہیں ڈریں گے۔ اور دنیا کو باطل پرستی کی نحوست اور لعنت سے چھڑانے کے لیئے ہر ممکن اور جائز کوشش سے کام لیں گے۔

دار الامان کا ہفتہ

(۱) دار الامان کی سب سے بڑی مصروفیت آج کل فتنۂ ارتداد کا انسداد ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تمام تر توجہ اسطرف ہو رہی ہے مجلس مشاورت میں بھی جو ۳۱ مارچ اور یکم اپریل ۱۹۲۳ء کو قادیان میں منعقد ہوئی سب اہم اور ضروری مسئلہ ارتداد ہی کا تھا جس کی کسی قدر حالات اگلی اشاعت میں شائع کیا جائیگا ان شاء اللہ العزیز۔

مغرب کی نماز کے بعد قریباً ۱۱ بجے تک روزانہ اس کے متعلق ایک مجلس شوریٰ ہوتی ہے جس میں حضرت امام تمام تبلیغی رپورٹوں کو خود سنتے ہیں اور ان خدام سے جو اس مشورے میں بلائے جاتے ہیں مشورہ لیتے ہیں اور مبلغین اور مجاہدین انسداد ارتداد کے لیے ہدایات دیتے ہیں۔ صبح سے دفتر تالیف و اشاعت کی مصروفیت کا نظارہ بہت ہی مؤثر ہوتا ہے۔ صیغۂ انسداد کے مختلف شعبے اپنے اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ اور شام تک یہ مصروفیت چلی جاتی ہے پھر بعد مغرب وہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ غرض یہ ایام قادیان میں عجیب ایام ہیں۔ جماعت میں اللہ کے فضل سے ایک نئی روح اور زندگی بخش جوش پیدا ہو گیا ہے ایثار اور اخلاص کی قوتوں میں روز افزوں ترقی ہے۔ (۲) ۴ اپریل کو بعد عصر حضرت امام نے مبلغین و مجاہدین کے تیسرے وفد کو جس کے امیر بابو جلال الدین صاحب پنشنر تھے معمول کے موافق دو میل تک مشایعت کر کے روانہ فرمایا۔ روانگی کے وقت آپکی تقریر خاص طور پر مؤثر اور خدا پر ایمان اور توکل پیدا کرنے والی تھی پھر دعا کے بعد مجاہدین کو روانہ کیا اور جب تک قافلہ نظر آتا رہا آپ دعا فرماتے رہے اس قافلہ میں ۲۳ آدمی شامل ہیں اب ۷۲ مبلغ ہمارے میدان تبلیغ میں موجود ہیں۔

خلافت ثانیہ کے گزشتہ آٹھ سال پر نظر

نمبر سوم

(سلسلہ کے لیے دیکھو الحکم ۲۱؍جنوری ۱۹۲۳ء)

مجھے افسوس ہے کہ دیگر وقتی ضروریات نے اس سلسلہ کو جاری نہ رہنے دیا۔ ہر چند اب بھی بعض فوری تحریکیں ایسی ہیں کہ اس سلسلہ کو اور بھی معرض التوا میں رکھا جاوے۔ لیکن میں پسند نہیں کرتا کہ اسے نامکمل اور ادھورا چھوڑ دوں۔ بعض احباب نے تو چاہا تھا کہ میں اسے اور بھی وسعت اور تفصیل سے لکھوں۔ مگر یہاں مختصر لکھنے کے لیے بھی گنجائش نہیں۔

لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا

جماعت کے عزت و وقار کو بڑھا دیا

جب میں یہ لکھتا ہوں کہ حضرت خلیفہ ثانی کے عہد میں جماعت کے اعزاز و وقار میں ایک نمایاں ترقی ہوئی ہے۔ تو نعوذ باللہ اس سے میری یہ مراد نہیں کہ جماعت پہلے معزز و موقر نہ تھی مومن ہی کو حقیقی عزت اور اکرام دیا جاتا ہے۔ بلکہ میری غرض یہ ہے کہ بہ حیثیت ایک جماعت کے سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مقام پہلے سے بہت بلند ہو گیا۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ ہماری جماعت ایک خالص مذہبی جماعت ہے۔ اور سیاسیات سے اس کو تعلق نہیں لیکن اس کا مطلب نہیں کہ سیاسیات سے ہم بالکل بے تعلق ہیں جبتک ہم دنیا میں ہیں ہماری تمدنی اور ملکی ضروریات اس حد تک ہمیں ان امور میں دخل دینے پر مجبور کرتی ہیں۔ جن پر بہ حیثیت ایک جماعت یا شہری کے ہم پر اثر پڑتا ہے۔ اسلیے ہمارا فرض ہے کہ اس حد تک ہم اس میں حصہ لیں ان ضرورتوں کو محسوس کر کے حضرت خلیفۃ المسیح نے امور عامہ کا ایک الگ محکمہ قایم کیا جس کے مقاصد میں سب سے بڑی بات یہی ہے کہ وہ ضروری امور جو سیاسی صورت میں ہماری جماعت پر موثر ہیں ان کے متعلق حضرت امام کی ہدایات کے ماتحت نوٹس لے اور مناسب انتظام کے لیے پوری سعی کرے۔

ہماری جماعت مختلف طبقوں سے بنی ہے اس میں سرکاری ملازم ہیں تاجر ہیں زمیندار ہیں اور دوسرے لوگ ہیں۔ پھر سرکاری ملازموں میں مختلف صیغوں کے لوگ ہیں تاجروں میں بھی مختلف طبقات کے لوگ اور ہندوستان کے ہر حصہ میں واقع ہیں۔

اور یہ ظاہر بات ہے کہ ملکی ضرورتوں کے ماتحت حکومت وقت کو مختلف قوانین اور احکام نافذ کرنے پڑتے ہیں اور ہر قوم اپنے مفاد اور نقصانات کا ان کے اجراء سے پہلے موازنہ کرتی ہے ان کی موافقت یا مخالفت میں آواز اٹھاتی ہے۔ ہمارے بھائی ان اثرات سے جو جدید قوانین کے نفاذ سے پیدا ہوتے ہیں باہر نہیں رہ سکتے۔

اس لیے ان میں مداخلت لازمی ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف جماعت کو اگر سیاسی امور میں لگا دیا جاتا تو اصل کام جو تہذیب اخلاق اور اصلاح نفس کے بعد اشاعت سلسلہ کا ہے وہ رہ جاتا۔ اس لیے حضرت امام نے اصولی طور پر اور جماعت کے لیے ایک وقتی دستور العمل کے موافق سیاسیات میں دخل دینے سے تو انفرادی طور پر جماعت کو الگ رکھا۔ لیکن جماعت کے حقوق کی حفاظت کے لیے اس محکمہ کو قائم کر کے

من حیث الجماعت دخل دیا

اور یہی وہ پہلا قدم تھا جو جماعت کے وقار کو بڑھانیوالا تھا۔ اس کا اثر اور نتیجہ آج یہ ہے کہ ہندوستان کے ہر صوبہ کی گورنمنٹوں سے براہ راست افراد جماعت یا جماعت کے ضروری معاملات پر خط و کتابت ہوتی ہے اور اس کے نتائج خدا کے فضل سے خیر و برکت کے ہوتے ہیں۔

اسکا بہت بڑا نتیجہ ایک تو یہ ہے کہ گورنمنٹ پر واضح ہو گیا ہے کہ حقیقی طور پر یہی ایک جماعت ہے جو ایک باقاعدہ نظام اتحاد رکھتی ہے اس لیے کہ وہ ایک امام کے ماتحت ہے۔ جس کو

واجب الاطاعت امام یقین کرتی ہے

اسلیے اگر کوئی مسلمہ لیڈر ہو سکتا ہے تو وہ احمدی جماعت کا امام ہے۔ اور دوسری طرف جماعت اس ایجی ٹیشن سے محفوظ ہو گئی جو خود ساختہ لیڈروں نے پیدا کر کے ملک کے امن کو خطرہ میں ڈالدیا۔

حضرت امام نے کسی ایسے موقع کو جہاں جماعت کے حقوق پر جلد یا بدیر کوئی اثر پڑتا تھا۔ اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور عین وقت پر گورنمنٹ کو صحیح پوزیشن سے واقف کر دیا۔

اصلاحات ہند کا سوال جبکہ درپیش تھا اور مسٹر مانٹیگو وزیر ہند ہندوستان میں آئے تو جماعت کی طرف سے ایک ایڈریس دیا گیا جس میں مسئلہ کے تمام پہلوؤں اور جزئیات سے ایسی بحث کی گئی کہ پرانے سے پرانے مدبر بھی اس کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے حضرت امام نے اسوقت جماعت کے نمایندگان کو پیش کر کے طریق نمایندگی کی خوبی ظاہر کی اور سکرٹری آف سٹیٹ سے خود انٹرویو کر کے اس مسئلہ پر آزادانہ خیالات کا معقول اظہار کر کے جماعت کی پوزیشن کو واضح کر دیا۔ اب جبکہ اصلاحات جاری ہو چکی ہیں۔ مجھے اس صداقت کے ظاہر کر دینے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ وزیر ہند نے حضرت امام سے ملاقات کے دوران میں احمدی جماعت کے ایڈریس کی خوبی اور معقولیت کا ہی اعتراف نہ کیا تھا بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ

ہمیں اس سے بہت مدد ملیگی

اس کے بعد اسی حیثیت سے جماعت کا یہ درجہ بڑھتا چلا گیا ہے اور مختلف اوقات پر آپ نے اپنی جماعت کے نمایندگان کو گورنر پنجاب اور گورنر جنرل ہند کے پاس بہ حیثیت جماعت بھیج کر اپنے ویوز کا کھلا کھلا اظہار کیا۔

ٹرکی کی مصیبت پر مسلمانان ہند میں جو شور و شر برپا ہوا تھا اور جواب تک بھی کسی نہ کسی حد تک چلا جاتا ہے اس میں جہاں آپ نے مسلمانوں کو ایک صراط مستقیم کی رہنمائی کی وہاں گورنمنٹ پر صحیح پوزیشن کا اظہار کر دیا اور اسے آگاہ کیا کہ مسلمانوں میں سکون پیدا کرنے کے لیے ٹرکی کے متعلق گورنمنٹ کا کیا رویہ ہونا چاہیئے پھر یہ مشورہ محض خیالات اور جذبات کو مد نظر رکھ کر نہیں دیا گیا تھا۔ بلکہ واقعات اور دلائل سے بتایا گیا تھا کہ یہی مطالبہ درست اور جائز ہے ہماری عادت میں شور مچانا اور واویلا نہیں۔ نہیں بلکہ تحریکوں اور معقول پروٹسٹ کا نتیجہ تھا کہ گورنمنٹ نے اس کو نظر انداز نہیں کیا۔

یہ تو ایک ملی خدمت تھی اگرچہ دوسرے مسلمانوں نے ہماری مخالفت کی کہ ہم ٹرکی خلافت کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن ہماری تائید ٹرکی حقوق کی حفاظت کے لیے ایک دیانت دارانہ تائید تھی کیونکہ ہم نے اپنے عقیدہ کو مخفی نہیں کیا تھا خلافت ایجی ٹیشن میں شیعہ یا اہل حدیث اگر شامل ہوئے اور انھوں نے واہ واہ حاصل کی تو محض ایک ظاہرداری کے طور پر۔ وہ دل سے سلطان کو خلیفہ یقین نہیں کرتے۔ لیکن ہم نے اپنا عقیدہ نہیں چھپایا۔ اور بہ حیثیت ایک جلیل القدر مسلمان سلطان کے اس کے حقوق کی حفاظت اسلامی وقار اور شان کی حفاظت یقین کیا۔ اور مسلمانوں کی تائید میں اپنی آواز بلند کی۔ وقت آرہا ہے کہ ایسی دیانتدارانہ راؤں کی قدر ہو۔

غرض کسی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا گیا۔ پرنس آف ویلز کی تشریف آوری کے موقع پر تحفہ پرنس پیش کر کے جو تبلیغ و دعوت اسلام کا ایک زبردست پیغام دیا ہے۔ وہ ابھی کل کی بات ہے۔ غرض اس حیثیت سے جماعت کا مقام اس عہد میں خدا کے فضل سے بہت بلند ہو گیا ہے۔ اور دن بدن بڑھ رہا ہے۔

درخواست دعا

کل صاحبان جماعت احمدیہ جنکی خدمت میں یہ اخبار پہونچے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد نرینہ عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار
حکیم محمد ہاشم سیکرٹری انجمن احمدیہ لالہ موسیٰ

آقا کا خط خادم کے نام

تحت میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک مکتوب کو درج کرتا ہوں جو میرے آقا کی سیرت کا ایک خوبصورت ورق ہے۔

میری حیثیت اپنے آقا کے ادنیٰ ترین چاکروں کی ہے میری نہ کوئی قابلیت ہے۔ اور نہ علو ہی۔ لیکن اس کی نظر عنایت ہے کہ صفات الٰہیہ کا مظہر ہو کر اپنے غلاموں کو نواز دیتا ہے مجھ کو آقا اور مولا کے حضور مختلف وقتوں میں زانو شاگردی طے کرنے کا فخر حاصل ہوا۔ جس کے لیے میں جس قدر بھی فخر کروں کم ہے۔ میں جب حضور کے کاشانہ عالی پر تعلیم کے لیے جاتا یہ زمانہ وہ تھا جبکہ آپ خود ایک خلیفہ کی اطاعت کا صحیح نمونہ قوم کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ میں نے کم از کم ایک سال کی تنہائی کی گھڑیوں میں حضرت سید مولیٰ کی صحبت حاصل کی۔ اور اس کی مقدس سیرت کے کئی باب پڑھے میں ان سب ابواب کو قارئین الحکم کے لیے ان شاء اللہ محفوظ کروں گا پھر ایک سال تک مدرسہ احمدیہ میں جماعت کے ساتھ سید و مولیٰ کی صحبت حاصل کی۔ وہ ایام نہایت ہی خوبصورت اور سنہرے تھے جن کا مجھکو افسوس ہے کہ پھر کبھی بھی واپس نہیں آسکتے۔ مدرسہ کے ایام میں بھی میں نے آقا کی سیرت کا مطالعہ کیا۔ اور ان دنوں کی تذکار بھی میرے لیے اور قراء کے لیے خالی از لطف نہ ہوگی۔ ان سنہرے ایام کی صرف ایک ہی بات کا اعادہ کرتا ہوں جس سے معلوم ہو سکے گا کہ سید و مولیٰ کی طبیعت میں کسقدر تحمل تھا۔ میں نے اپنی زندگی کے پچیس سال گزار دیئے ہیں اور چھبیسویں سال سے گزر رہا ہوں اور حضرت امام کی خلافت کا یہ دسواں سال ہے اس لحاظ سے اسوقت میری عمر ۱۳ سال کی تھی۔ مگر مجھ کو اپنے وہ دن خوب یاد ہیں اور ان کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

میں حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کے مکان کے اوپر جو سید و مولیٰ کا مکان ہے وہاں پڑھنے جایا کرتا تھا۔ باہر کی طرف لکڑی کی بڑی سیڑھی لگی ہوئی تھی جو کہ اس وقت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے صحن میں تھی میں ۱۳ سال کا بچہ اور پھر طبیعت میں لاابالی پن۔ اور اس پر لباس بھی کوئی ایسا علی صاف نہ ہوتا۔ بلکہ اگر میلے ہیں تو میلے ہی سہی۔ اور سفید ہیں تو سفید ہی سہی۔ باوجود اس کے آپ کی محبت میں میں نے کبھی کمی نہیں پائی۔ میری بیوقوفی کی بات پر بھی چشم پوشی فرماتے اور مسکرا دیتے۔ آپ کے کمرے میں ایک قالین بچھا ہوا تھا اور قالین کے نیچے دری اور سفید چادر کا فرش تھا۔ جب آپ قالین پر تشریف رکھتے تو مجھکو بھی اسی پر اپنے برابر بٹھا لیا کرتے اور جب کبھی کرسی پر بیٹھ کر درس دیتے تو اس غلام کو بھی کرسی دیتے۔ یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے۔ جو استاد اور شاگرد کے تعلقات پر روشنی ڈالتا ہے

میں خود کچھ عرصہ تک بعض طالبعلموں کو پڑھاتا رہا ہوں۔ مجھکو بہت مختصر سا تجربہ ہے کہ جب کوئی شخص استاد ہوتا ہے تو اس کی اولین خواہش یہ ہوتی ہے کہ یہ شخص میرا غلام ہو گیا اب میرا حق ہے کہ میں جسطرح چاہوں اس پر حکم کروں۔ اور اس کا فرض ہے کہ وہ جبتک زندہ رہے اس قدر ادب کرے کہ کبھی میرے برابر نہ بیٹھے۔ مجھکو اس سوال پر بحث نہیں کرنی کہ اساتذہ کا یہ نقطہ نگاہ درست ہے یا غلط ہے۔ بلکہ صرف یہ تبلانا ہے کہ اساتذہ اپنے طالبعلموں سے بہت کچھ اُمیدیں رکھتے ہیں۔ اور حتی الوسع برابر بیٹھنے سے خوش نہیں ہوتے۔ مگر میرا آقا ایک لڑکے کو اور پھر لڑکا بھی ایسا جس کی اوپر تعریف کر چکا ہوں درس دیتے ہیں اور ہمیشہ اپنے ساتھ جگہ دیتے۔ یہ اخلاق حسنہ کی جھلک سوائے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود کے دربار کے علاوہ بہت کم نظر آئے گی۔

میں جاتا تو آپ لباً اوقات گھر میں مصروف ہوتے یا مطالعہ میں ہوتے۔ یا مضمون لکھتے ہوتے اور کبھی بوجہ رات جاگتے رہنے کے بستر استراحت پر تشریف فرما ہوتے سیڑھیوں کا دروازہ اکثر میری وجہ سے کھول چھوڑتے جو کہ بھیڑا رہتا۔ ہاں بعض اوقات ہوا کے جھونکے اس کو بالکل کھول دیتے لیکن کبھی کبھی حضور دروازہ کھولنا کثرت کار کے سبب بھول جاتے یا۔ اس خیال سے کہ وہ آئیگا تو کھول دوں گا۔ جب کبھی دروازہ بند ہوتا تو میں اوپر چڑھ کر دروازے پر دستک دیتا۔ اگر حضور کمرے میں ہوتے تو جیسے ہی میری دستک سنتے ہی فوراً دروازہ کھولدیتے اور میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ آپ ننگے پاؤں آکر دروازہ کھولدیتے جو صاف اس امر کی دلیل ہوتا کہ آپ نے اس قدر عجلت فرمائی ہے کہ جوتی پہننے میں بھی تاخیر متصور کی اور آپ پسند نہ فرماتے کہ اس طرح ایک طالب علم دیر تک کھڑا رہے۔ یہ اخلاق فاضلہ کا ایک روشن آئینہ ہے جو میں نے تنہائی کی گھڑیوں میں دیکھا اور جس منبع سے یہ اخلاق صادر ہوتے تھے وہ خوب جانتا تھا کہ جس کے سامنے یہ اخلاق کریمانہ ظاہر کر رہا ہوں یہ ایک تیرہ سالہ بچہ ہے۔ جس کی طبیعت میں یہ لڑکپن بھرا ہوا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ تقریباً ۱۳ سال کے بعد کیا ہوگا اور پھر یہ لڑکا میرے ان واقعات سے میری سیرت کے ایک باب میں اضافہ کر دے گا۔ اس لیے جو کچھ صادر ہوتا تھا وہ حقیقی منبع ہوتا تھا جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ وہ پیدا ہی ان اخلاق حسنہ کے ساتھ کیا گیا تھا اور اسکا ضمیر ہی محمدی احمدی صفات سے تیار کیا گیا تھا۔ کبھی کبھی دروازہ بند ہوتا اور حضور گھر کے اندر تشریف فرما ہوتے یا بستر راحت پر تو میں اپنے لڑکپنے کی وجہ سے بعض اوقات نہایت چلا چلا کر "میاں جی" "میاں جی" کی آوازیں دیتا اور پھر کبھی دروازے کو اس زور سے ٹھوکریں مارتا کہ معلوم ہوتا کہ دروازہ ٹوٹ رہا ہے جس سے میرے آقا کی نیند اچٹ جاتی۔ اور رات کے جاگے ہوئے محبوب کی نیند میں خلل آتا۔ مگر میری اسوقت اسقدر عقل نہ تھی کہ میں ان باتوں پر غور کر سکتا باوجود اس کے کہ آپ کی راحت میں سخت خلل واقع ہوتا۔ مگر حضور کبھی بھی مجھ پر ناراض نہ ہوئے کہ میں نے کیا کیا۔ فوراً تشریف لا کر دروازہ کھول دیتے اور پڑھانا شروع کر دیتے۔

میرے آقا کی اسوقت صحت بہت عمدہ تھی۔ جوانی کا عالم تھا پھر خصوصاً وہ مذہبی طور پر معزز تھا بلکہ وہ رئیس ابن الرئیس تھا جب وہ چاہتے مجھکو حکماً نے سکتے تھے کہ اب مت آیا کرو۔ مگر جس خلافت اس کی سیرت تھا جس نے تیرہ سو سال کے بعد اپنی شکل دکھلائی ہے کبھی ماتھے پر بل نہ ڈالا کبھی میری بیوقوفی کی حرکات پر توبیخ نہ کی اور کبھی نہ فرمایا کہ تم میری نیند میں خلل ڈالتے ہو۔ کوئی ہے جو یہ حسن نمونہ احسان پیش کر سکے؟

بالکل ہی ایک ایسا واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے جو مجھ کو بھائی کشن سنگھ آنجہانی نے سنایا۔ بھائی کشن سنگھ ان لوگوں میں سے تھے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت نصیب ہوئی اور شاگردی کا فخر حاصل ہوا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں کچھ طب پڑھنے کے لیے آپکے پاس جایا کرتا تھا آپ اکثر اسوقت سوتے یا مطالعے میں ہوتے تو میں دروازہ بڑے زور سے توڑا کرتا تھا اور بعض اوقات مکان کے صحن میں روڑا بھی مار دیا کرتا تھا آپ کی اکثر نیند میری ان حرکات سے ٹوٹ جاتی۔ مگر آپ نے کبھی نہ فرمایا کہ کشن سنگھ ایسا کیوں کرتے ہو بلکہ ہمیشہ نہایت ہی بشاش چہرے کے ساتھ دروازہ کھول دیتے ان اخلاق کا بھائی کشن سنگھ ہمیشہ عاشق رہا۔ اور وہ زندگی بھر مسیح موعود کی شکل ڈھونڈھتا تھا مگر نہ ملتی تھی۔ ان ہی دنوں کی بات ہے کہ حضرت آقا تو سخت مصروف تھے بہت سے کام آپ کے سپرد تھے۔ صدر انجمن احمدیہ کی صدارت۔ غالباً مقبرہ بہشتی بھی تھا۔ مگر لنگر خانہ۔ تشحیذ۔ بعض انجمنوں کی صدارت۔ اپنے امور خانہ داری۔ امور ریاست وغیرہ سے فرصت کم تھی اس لیے اکثر مصروف رہتے تھے۔ بھائی کشن سنگھ آپ کا چہرہ کبھی کبھی دور سے دیکھ لیا کرتا تھا۔ مگر اس پیاس کو جو مسیح موعود کی وجہ سے تھی وہ اکثر حضرت خلیفہ اول کی صحبت بیٹھ کر بجھایا کرتا تھا۔ بھائی کشن سنگھ کی زندگی کی نسبت مجھ کو اسوقت کچھ زیادہ نہیں لکھنا مگر یہ ضرور کہنا ہے کہ وہ دل سے مسلمان تھا اور احمدی تھا۔ جسپر کسی وقت کبھی قلم اٹھاؤں گا۔ اگر خدا نے توفیق دی۔ اسکو اسلامی لٹریچر پڑھنے کا از حد شوق تھا چنانچہ وہ میرے والد صاحب سے قرآن کریم اور مثنوی مولانا روم پڑھتے رہے۔ ان کو ایک دفعہ دیوان حافظ کی یا کسی ایسی کتاب کی ضرورت پڑی جس کے حاصل کرنے کے لیے وہ سخت دھوپ میں باہر مولوی محمد علی صاحب کے پاس گئے۔ میں نے بھائی کشن سنگھ صاحب سے بارہا سنا اور اسوقت بھی سنا جبکہ وہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو یہ واقعہ سنا رہے تھے۔ مولوی محمد علی صاحب باہر مدرسہ تعلیم الاسلام کے پاس کوٹھی میں رہتے تھے۔ گرمی کا موسم تھا اور بھائی کشن سنگھ بڈھا آدمی تھا جس کی عمر اسوقت ستر سال کے قریب تھی۔ ناظرین تصور کر سکتے ہیں کہ دھوپ میں نصف میل کے قریب ایک بڈھا چلکر ایک شخص کے پاس جاتا ہے تو اس کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ وہاں مولوی صاحب اندر تھے۔ یہ واقعہ ظہر کے بعد کا ہے۔ کیونکہ عصر کے بعد مولوی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح کے درس میں آجایا کرتے تھے۔ جو شخص انکی

کوٹھی پر موجود تھا - غالباً "چراغ" چپراسی تھا - اس نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب اندر ہیں بیٹھو - بھائی کشن سنگھ برامدے میں بیٹھ گئے - حتیٰ کہ عصر کے قریب مولوی محمد علی صاحب اندر سے نکلے - بھائی کشن سنگھ نے سلام کیا اور کتاب کے لیے عرض کیا -

بھائی کشن سنگھ نہایت افسوس کے ساتھ سنایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب نے نہایت بے توجگی سے کہا کہ "وہ کتاب کہیں کتابوں میں ہے ڈھونڈھنے سے مل سکتی ہے" اور قادیان کی طرف چلے گئے -

اس سے بڈھے شخص کے دل پر ٹھیس لگی - کہ او ہو! کیا اس شخص کی ہستی مسیح موعود سے بھی بڑھی ہوئی ہے - اس کے لیے یہ بھی مشکل ہے کہ کھڑا ہو کر ایک تسلی بخش جواب دے - اس نے میرے دھوپ میں چلکر آنے کی طرف بھی نگاہ نہ کی -

تب بھائی کشن سنگھ جو اکثر حضرت خلیفۃ المسیح اول کے درس میں حاضر ہوتے تھے - ایکدن حضرت صاحب کو درس کے بعد واپسی پر سیڑھیوں پر روک لیا - اور نہایت سادگی سے کہا کہ مولوی جی - اسے دسو کہاں تھاڈے پچھوں کی ہوئے گا - میاں اجے چھوٹا ہے - اجے مولوی محمد علی وچہ اسدی قابلیت نہیں !!

یعنی :- مولوی صاحب یہ تبلایئے کہ آپ کی وفات کے بعد سلسلہ کا نظام کیسے ہوگا - میاں صاحب ابھی چھوٹے ہیں اور مولوی محمد علی میں خلافت کی قابلیت نہیں -

حضرت صاحب ہنس پڑے میری آنکھوں کے سامنے وہ پیارا منظر ابھی تک موجود ہے - سیڑھیوں کے دروازے کے پاس کھڑے تھے - سر پر ایک کلاہ کالی جس پر زرد سے بیل بوٹے بنے تھے - ایک کرتا پہنا ہوا تھا سر کے ماتھے کے بال باہر کو سیدھے نکلے ہوئے تھے لمبا عصا آپنے اسوقت بغل میں لیا ہوا تھا - ہنسے - اور فرمایا کہ بھائی جو خدا کسی کو کھڑا کر دے گا - اور آگے کو چل پڑے - یہ واقعہ اس شخص کی سیرت کا ہے جو کہ میرے آقا کے مقابل میں امیر المومنین ہونے کا مدعی ہے -

میں اگر ان خوبصورت واقعات کو جمع کروں تو ایک طویل کتاب بن جائیگی اور اگر خدا نے توفیق دی تو کسی وقت مسلسل ایک سلسلہ شروع کروں گا -

جسطرح سے میں نے آپکے سیرۃ کے اوراق کو ملاحظہ کیا ہے - ویسے اس خط سے آپ کی سیرۃ کے بہت سے امور کا پتہ چلتا ہے

اول :- اپنے خادم کو خطاب کرتے ہیں تو کیسے پیارے الفاظ سے کیسی میٹھی زبان میں لوگ تو شراب کے قصے بیٹے ہوئے پھرتے ہیں - میں کہتا ہوں کہ اس سے بہتر شراب کونسی ہے - مجھکو تو آپکے الفاظ سے ایک کیف اور ایک سرور آتا ہے - آپ یاد کرتے ہیں تو عزیز مکرم کے لفظ سے آپ خطاب کرتے ہیں تو آپکے الفاظ سے ایک آقا ایک غلام کو ایسے الفاظ سے یاد کرے یہ حسن سیرت یہ نمونہ خود انسان کو اپنے اندر جذب کرتا ہے -

دوم - میرے ہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے - اس کے لیے آپ مجھکو اتنے دور مقام پر مبارکباد بھیجتے ہیں - تصور کرو کہ ایک تین روپے ماہوار لینے والے چوکیدار کو جارج پنجم شہنشاہ ہند خطاب کرے تو اس چوکیدار کی کیا حالت ہوگی -

ایسا ہی میری حالت کا تصور ہو سکتا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آقا کو اُن لوگوں کا جو اپنے گھر اور وطن سے دور ہیں کیسا خیال ہے اور ان کی خوشی کیسی مقصود ہے -

سوم میرے خط کے جواب میں ذرا دیر ہوتی ہے آقا اپنے غلام کے سامنے عذر پیش کرتا ہے - دوسرے لفظوں میں معذرت -

کوئی ہے جو دنیا میں ایسا آقا پیش کرے اور اسطرح سے قلوب کو مسخر کرے - ؟

چہارم محمد وصی صاحب ایک اسکندریہ کے احمدی دوست ہیں - وہ شکایت کرتے ہیں کہ میرے خط کا جواب نہیں ملا اس کی شکایت کو رد نہیں کرتے اس دلداری کے الفاظ تحریر فرماتے ہیں - ان کی اچھی باتوں پر خوشی کا اظہار فرماتے ہیں ......

پنجم - ایک اہم مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں - جس سے اس جرأت اور دلیری کا پتہ لگتا ہے جو خدا تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے - اور جس کی وجہ سے آپ کسی بڑی سی بڑی طاقت سے بھی حق کے کہنے میں نہیں ڈرتے -

ششم - بعض امراء نے یہ سوال کیا کہ خلیفۃ المسلمین ہو کر پرنس آف ویلز کو یہ کہنا کہ میں آپ کا خادم ہوں اس مقام کی ہتک ہے - اس کا جو جواب دیتے ہیں اس سے انکساری کا پتہ لگتا ہے جو آپ کی طبیعت میں ہے -

کہ وہ اپنے آپ کو پرنس ہی نہیں بلکہ سب کا خادم تصور فرماتے ہیں -

ہفتم - ایک "بے" صاحب مجھکو کہتے ہیں کہ میری طرف سے بعیت کے لیے لکھدو - جس طرح سے اسکے متعلق ارشاد فرماتے ہیں اور ایک استغناء ظاہر فرماتے ہیں - وہ آپ کے استغناء کی ایک زندہ دلیل ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ سچا احمدی بنکر اگر ایک غریب سے غریب شخص بھی رہے تو آقا کا وہ نور نظر ہے مگر اپنے اندر وہ اکبریت رکھتے ہوئے سلسلہ میں آتا ہے وہ "بے" ہی نہیں شہنشاہ ہی کیوں نہ ہو میری آقا کی نگاہ میں اس کی کوئی ہستی نہیں - یہ سات امور جو میں نے مختصرًا اس مکتوب میں سے دکھاتے ہیں ان کی جسقدر بھی توضیح کیجائے کم ہے اور جس قدر بھی اسکو بسط سے لکھا جائے کم ہے - امید ہے کہ اہل ذوق خود اس سے مزہ حاصل کرینگے - (خاکسار محمود احمد احمدی از مصر)

مکتوب الامام بنام محمود احمد احمدی

عزیز مکرم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے بعض خطوط کیں بعض ضروری امور تھے مگر ان کا جواب بوجہ کم فرصتی کے نہیں دے سکا -

آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور اس کا نام میں محبوب احمد رکھتا ہے مبارک ہو اللہ تعالیٰ مبارک کرے -

محمد وصی صاحب کو میری طرف سے السلام علیکم کہدیں - اور کہدیں کہ ایک دفعہ منشی عبد الکریم صاحب کے خط میں ان کا خط ملا تھا اور چونکہ ان کی معرفت آیا تھا اسے دفتر والوں نے ایک رسمی خط سمجھ کر شاید جواب نہ دیا ہو - اور ان کا کوئی خط نہیں ملا - چونکہ ڈاک میں خود پڑھتا ہوں اس لیے اس کے یہاں ضائع ہونے کا احتمال نہیں ہو سکتا ان کی نظم چھپنے کے لیے "الفضل" میں بھیجدی ہے - ان سے کہیں کہ میں اس امر کو معلوم کر کہ وہ تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں بہت خوش ہوا ہوں - اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے - میں ان کے لیے ان شاء اللہ دعا کروں گا - ان کو چاہیئے کہ وقتاً فوقتاً اپنے حالات سے اطلاع دیتے رہا کریں - کیونکہ خط و کتابت سے بھی تعلق مضبوط ہوتا جاتا ہے حقیقت النبوۃ اور ٹیچنگز آف اسلام کے بھجوانے کے لیے کہدیا ہے -

مصری امراء کی ملاقات اور دعوت کا حال معلوم ہوا - اِن کا سوال چونکہ احمدی لوگ انگریزوں کے معاون ہیں - اور ان کے ہندوستان میں رکھنے کے باعث ہیں - معلوم ہوا ان لوگوں کو میری طرف سے پیغام پہونچا دیں - کہ یہ تو ان کی حسن ظنی ہے کہ ہم اس قدر طاقت رکھتے ہیں کہ انگریزوں کو ہندوستان میں رکھے ہوئے ہیں - مگر اصل بات یہ ہے کہ ہم اس قدر قلیل التعداد ہیں کہ سکھوں سے بھی جو انگریزوں کے ہم قوم ہیں تھوڑے ہیں پس ہم ان کو کیوں کر رکھ سکتے ہیں - ہاں ایک اور طرح سے ہم ان کے یہاں رکھنے کے بے شک باعث ہیں - اور وہ یہ کہ ہماری خاطر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس ملک میں رکھا ہوا ہے - اور اس فضل الٰہی کو رد کرنا ہمارے اختیار سے باہر ہے -

ان سے کہیں کہ ہم اسلام کی تعلیم کے ماتحت صرف انگریزوں کے خیر خواہ نہیں ہیں بلکہ درحقیقت ہم حکومت کے خیر خواہ ہیں - اسوقت جس قدر بے چینی اور بے اطمینانی دنیا میں پھیلی ہوئی ہے - اس سب کا باعث یہ ہے کہ قانون کا ادب دلوں میں نہیں آیا - اور اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ لوگ شریعت سے متنفر ہو رہے ہیں - کبھی دنیا امن حاصل نہیں کر سکتی - جبتک وہ کسی ایک اصل کے ماتحت کام نہیں کرتی - جب تک یہ قانون رہے گا کہ ہر ضرورت کے وقت نیا اصل قرار دیا جائے اس وقت تک امن نہیں ہو سکتا - ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اس وقت دنیا میں بے چینی پیدا کر رہے - وہ کسی ایک اصل پر قائم نہیں ہیں -

ہمارا اصل یہ ہے کہ جو حکومت جس ملک میں قائم ہو گئی ہو ہمیں اس کے ساتھ وفادار رہنا چاہیئے - اور اس میں اگر

کوئی خرابیاں ہیں تو اس کے ساتھ ملکر امن ذرائع سے اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے اور ہمارا یہ یقین ہے کہ کسی قوم کے اندرونی اخلاق درست ہو جائیں تو کوئی غیر قوم خواہ وہ کس قدر ہی دلیر اور جری کیوں نہ ہو۔ خواہ کس قدر ہی طاقت کیوں نہ ہو۔ اس پر حکومت نہیں کر سکتی۔ اس کا دل محسوس کرتا ہے کہ اب اس پر حکومت کرنا میرے لئے مہلک ہوگا۔ اور وہ خود منشائے حکومت اپنے ہاتھ سے رکھ دیتی ہے۔

پس ہم اپنے اصل کے ماتحت ہر ملک کے لوگوں سے کہیں گے کہ وہ اپنے ملک کی خیر خواہی کریں۔ اگر ہمارا اصل دنیا میں قائم ہو جائے تو دنیا سے لڑائی بند ہو جائے۔

اگر قیصر کو یہ یقین ہوتا کہ انگریزوں کے تمام علاقے ان کا ساتھ اس وفاداری سے دیں گے جس وفاداری سے انھوں نے ساتھ دیا تو کیا وہ جنگ سے پہلے سوچ نہ لیتا۔ اور اگر کسی حملہ آور کو یہ یقین ہو کہ کسی حکومت کی رعایا سب کی سب ایک مذہبی فرض سمجھ کر اپنی حکومت کا ساتھ دیگی تو کیا وہ حملہ کرنے کی جرأت کرے گا۔ اگر وہ طاقت ور بھی ہو تو وہ سمجھے گا کہ جب میں اس ملک کو فتح کروں گا تو وہ بھی کیا سب تباہ ملا تو ہوگا۔ اور میرے کام کا نہ ہوگا کیونکہ سب لوگ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے جان دیدیں گے۔ غرض یہ اصل اگر قائم ہو جائے تو سب دنیا میں امن ہو جاتا ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ لوگ انگریزوں سے محبت کریں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ **انگریزوں کے ماتحت ان کے وفادار ہوں**۔ اور مصر کی رعایا وہاں کی حکومت کی۔ اگر مصر ہمارے اس زریں اصل پر عمل کرتے تو انگریز تو کیا سارا یورپ بھی ملکر مصر پر قبضہ کر سکتا تھا؟ اگر ہندوستانی اس پر عمل کرتے جب انگریز یہاں آئے تھے تو کیا وہ اس ملک پر قبضہ کر سکتے تھے؟ اب بھی جب تک اس اصل پر عمل دیکھا جائیگا امن قائم نہ ہوگا۔ اور نہ ہی ظالم اپنے ظلم کو ترک کریں گے۔

پھر ان سے یہ بھی کہیں کہ وہ لوگ ہندوستان کے حالات سے واقف نہیں اس ملک کو وہ مصر پر قیاس نہ کریں۔ ہندوستان میں چھ سات بڑے بڑے مذہب ہیں۔ ہندو۔ بدھ۔ جین عیسائی۔ سکھ۔ قدیم اقوام ہند کے عقیدہ مذاہب جو کہ اچھوت اقوام کہلاتی ہیں۔ اور مسلمان سوائے مسیحیوں اور سکھوں کے باقی سب قومیں بوجہ قدیم سے یکجا رہنے کے مسلمانوں کے خلاف ایک ہی ہوئی ہیں۔ سکھ گو نئی قوم ہیں۔ لیکن بعض سیاسی حالات کے ماتحت ان کو بھی مسلمانوں سے زیادہ نفرت ہے بہ نسبت مسلمانوں کے۔ اور ان سب قوموں میں سخت عداوت ہے۔ اس قدر سخت کہ اس کا اندازہ غیر ملک کے لوگ نہیں کر سکتے۔ ہندو لوگ چونکہ تعلیم میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں ہر صیغہ پر ان کا ہی قبضہ ہے۔ تجارت ان کے ہاتھ میں ہے۔ تعلیم ان کے ہاتھوں ہے حکومت کے عہدوں پر وہ قابض ہیں زراعت صرف مسلمانوں کے پاس تھی سود وغیرہ کے ذریعہ اس کے بہت سے حصہ پر ہندوؤں کا قبضہ ہوگیا ہے۔ اگر گورنمنٹ دخل نہ دیتی تو سب زمین بھی ہندوؤں کے قبضہ میں چلی جاتی

یہ تو پنجاب کا حال ہے جہاں مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں سے زیادہ ہے۔ دوسرے صوبہ جات کا حال اس سے بدتر ہے اب تک باوجود انگریزی حکومت کے ان گاؤں میں جہاں ہندو مالک ہیں بعض جگہ اذان کی اجازت نہیں۔ ہمارے قادیان کے پاس ہی گاؤں میں اذان کی اجازت ہندو مسلمانوں کو نہیں دیتے۔ اگر حکومت کے پاس شکایت کریں تو مالک ان کو اس قدر تنگ کر سکتے ہیں کہ وہ گاؤں چھوڑنے پر مجبور رہیں۔ ایک جگہ کچھ احمدی ہو گئے۔ تو انھوں نے مقابلہ کر کے اذان کہنی شروع کی مگر چھ سات سال مارپیٹ ہوتی رہی اور مقدمات ہوتے رہے۔ آخر ایمان غالب آیا۔ مگر سب مسلمانوں کا یہ حال نہیں وہ شاید زیادہ سختی دیکھکر اپنا مذہب چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاویں۔ پنجاب میں مسلمانوں کی تعداد باون فیصدی ہے گویا نصف سے زیادہ ہے مگر ان کا حصہ میڈیکل کالج میں صرف تیس فیصدی رکھا ہوا تھا یعنی باوجود مسلمان طالب علم کے میسر آنے کے اس کو کالج میں داخل نہیں کیا جاتا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ سب عہدوں پر ہندو قابض تھے۔ ان کا رسوخ تھا۔ اب جدید ریفارمز کے ماتحت مسلمان منسٹر تعلیم کا انچارج ہوا تو اس نے ڈرتے ڈرتے چالیس فیصدی طلباء مسلمانوں کے لینے کا حکم دیا اور اس پر اس قدر شور ہو رہا ہے کہ الاماں! اور پھر اس قدر بے دردی کی گئی ہے کہ چونکہ ممتحن ہندو اس سال انھوں نے چالیس مسلمان لڑکے بھی ایف ایس سی کے پاس نہیں کیے تا کالج میں داخل ہونے کو مسلمان میسر ہی نہ آویں۔ حالانکہ امتحان میں دو سو سے زائد لڑکے شامل ہوئے تھے۔ دو سو سے زائد لڑکے شامل ہوں اور ان میں سے چالیس بھی پاس نہ ہو۔ حالانکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ورنہ عقل کبھی ایسا نتیجہ فرض کر سکتی ہے صاف بتا رہا ہے کہ جان بوجھ کر سینکڑوں لڑکوں کی عمر برباد کی گئی ہے ان حالات میں وہ لوگ بتائیں کہ اگر ہندوستان سے انگریز چلے جائیں تو مسلمانوں کا کیا حال ہوگا۔

اسوقت بھی ہندو ریاستیں موجود ہیں۔ ان میں مسلمانوں پر اس قدر ظلم ہو رہا ہے کہ وہاں کے لوگ سوراج کے نام سے کانپتے ہیں۔ پس گو اس وقت مسلمان سوراج کے نام پر فدا ہیں۔ لیکن ان کا فائدہ اسی میں ہے کہ ایک غیر قوم ہندوستان میں رہے اور مسلمانوں کو ان مظالم سے بچائے۔ جو اسوقت ان پر ہو رہے تھے جب انگریز ابھی آئے نہ تھے اور جو اس سے بھی زیادہ زور شور سے ان پر نازل ہوں گے۔ جب انگریز یہاں سے چلے گئے۔ وہ مصر پر ہندوستان کو قیاس نہ کریں یہاں کا حال بالکل مختلف ہے۔ مسلمانوں کا اس حالت کو بدلنے کی کوشش کرنا ان کی صریح بدقسمتی ہے۔ اور وہ مرہٹا باغ میں سفارنا کہنے والی قوم کیطرح اپنی تباہی کے سامان آپ پیدا کر رہے ہیں ان سے یہ بھی کہیں کہ صداقت کا قبول کرنا دنیاوی امور پر نہیں ہوتا۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ مسیح موعود خدا کی طرف سے ہے تو کیا وہ خدا کی آواز کو اس لیے رد کرتے ہیں کہ کیوں انگریزوں کی حمایت کی جاتی ہے۔ اور اگر ہمارے آقا کا دعویٰ جھوٹا ہے (نعوذ باللہ) تو کیا وہ لوگ صرف اسلیے

ایک مفتری کو قبول کر لینگے کہ اس کی جماعت نے ان کی خواہش کے مطابق ایک قوم کی دشمنی کا بیڑہ اٹھا لیا ہے۔ یہ ایمان میری سمجھ سے باہر ہے بلکہ یہ ایمان ہی نہیں ہے۔ باقی رہا یہ کہ میں نے شہزادہ ویلز کو لکھا ہے کہ "میں ہوں آپ کا خادم" سو تعجب کی جگہ نہیں۔ خدا کے جو لوگ ہوتے ہیں وہ سب کے خادم ہوتے ہیں۔ اور دوسروں کے آداب کا خیال رکھتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کہا گیا کہ ملوک بلا مہر کے خط نہیں لیتے تو آپ نے مہر بنوا لی۔ پس جب ان لوگوں میں رواج ہے کہ حکام کو خط لکھتے وقت یہ الفاظ ادا کیئے تو عین احکام الٰہی کے ماتحت کام کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سید القوم خادمھم ہمارے آقا فرماتے ہیں "منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت" (اصل: ہیں منت کرے برائے من کہ ماموریم خدمت)

پس اس لفظ کے استعمال میں قابل اعتراض کوئی بات نہیں باقی ہمارا تعلق انگریزوں کی رعایا ہونے کا بھی ہے یہ تعلق ہمارا ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں ڈالتا۔ جو ہمارے مرید ہوں لیکن انگریزوں کے ماتحت نہ ہوں۔ تعلقات نسبتی ہوتے ہیں ہمارا تعلق مریدوں سے روحانی ہوتا ہے اور یہ تعلقات جسمانی ہے۔ یوسف علیہ السلام کافر بادشاہ مصر کے ملازم تھے اور اسے اللہ تعالیٰ ان کی عزت قرار دیتا ہے مگر وہ نبی بھی تھے اور ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ ان پر ایمان لانے والے لوگ خواہ کسی ملک کے ہوں مصر کے بادشاہ کے غلام ہوگئے تھے۔ اگر یوسف علیہ السلام کا باوجود نبی ہونے کے ایک کافر بادشاہ کی فی الواقع ملازمت کرنے سے ہتک نہیں ہوگئی تو میرا تحریر بطور آداب اپنے آپ کو خادم کہہ دینے سے میری یا اور کسی کی ہتک کیسی ہو سکتی ہے۔ یہ ایک دنیاوی تعلق ثبوتوں میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ جس جگہ سے پانی پیتیں وہاں گلاس پر منہ رکھ کر پانی پیتے تو کیا اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ حضرت عائشہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بابرکت ہیں۔

نہیں کیونکہ آپ کا حضرت عائشہ سے یہ سلوک دنیاوی تھا دینی عظمت کا لحاظ نہ تھا دینی لحاظ سے وہ آپ کی ایک خادمہ تھیں۔ اسی طرح دینی طور پر جو درجہ خدا تعالیٰ نے ہمکو دیا ہے اس کے مقابلہ میں ہفت اقلیم کی بادشاہت بالکل ہیچ ہے۔

اور میں بارہا اپنے لیکچروں میں بیان کر چکا ہوں بلکہ گورنمنٹ کی چٹھیوں میں لکھ چکا ہوں کہ گورنمنٹ مجھکو کوئی عزت نہیں دیسکتی کیونکہ اگر وہ جو کچھ بھی اس کے پاس ہے وہ بھی مجھکو دیدے تب بھی وہ اس درجہ کی خاک کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ جو خدا تعالیٰ نے مجھ کو دیا ہے۔

"غائب بے" کی بیعت کا پیغام آپ کی معرفت تو پہنچا لیکن یہ بیعت کا طریق نہیں۔ ان کو اگر بیعت کی خواہش ہے تو خود لکھنا چاہیئے۔ کہ آداب بیعت کے مناسب یہی ہے۔

خاکسار مرزا محمود احمد

مولود مسعود

۱۵ مارچ ۲۳ء یوم پنجشنبہ حاجی غلام جبار صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ بریلی کا نبیرہ (منشی محمد طاہر صاحب کا فرزند ارجمند) تولد ہوا۔ جس کا نام محمد ناصر رکھا گیا۔ اور ۲۵ مارچ ۲۳ء یوم یکشنبہ

الفاظ یہ معنے میں اگر ماتحت کے حکم کر قولاً لیّناً قولاً لہٗ تو نہیں بو کی وغیرہ شرک میں ان اور ہیں جاتے کیے استعمال ص

ہمت نے صدا دی ہاں بڑھے چلو

فتنۂ ارتداد کا محاذ وسیع ہو رہا ہے اور کام دن بدن بڑھ رہا ہے۔ قارئین کرام کو معلوم ہے کہ ۱۴ مارچ ۱۹۲۳ء کو چودھری فتح محمد صاحب سیال کے تار پر حضرت خلیفۃ المسیح نے ۲۰ آدمیوں کا ایک اور وفد روانہ کر دیا ہے۔ یہ وفد اپنے مقام پر پہنچ کر مصروف کار ہو چکا ہے۔

حضرۃ خلیفۃ المسیح نے چودھری صاحب کے تار پر قادیان کو ۳۰ آدمیوں کے پیش کرنے کے لیے جماعت کو خطاب کیا اور ایک ایسی روح پرور تقریر فرمائی کہ بیس نہیں بیسیوں آدمی کھڑے ہو گئے۔ جن میں سے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ مجھے بھیجدیا جاوے۔ میں ذیل میں اس خطبہ کو درج کر دیتا ہوں تاکہ جماعت کے دوسرے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا کر توفیق عمل پائیں۔

(ایڈیٹر)

فتنۂ ارتداد کے انسداد کا کام بڑھ رہا ہے

میں نے اس وقت سب احباب کو خاص طور پر جس ضروری امر کے لیے جمع کیا ہے۔ وہ اس تبلیغ کے متعلق ہے جو مسلمان ملکانہ راجپوتوں میں سلسلہ ارتداد کے روکنے کے لیے شروع کی گئی ہے۔ فتنہ بڑھ رہا ہے۔ میں نے پہلے ہی بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے احسان اور فضل کے ماتحت یہ فتنہ ہماری تربیت کا موجب ہوگا +

قربانیوں کے اقسام

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی ایک قسم کی نہیں ہوتی۔ ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ جس طرح عبادتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی عبادتوں کا حصہ رکھا ہے۔ اوقات کی قربانی ہوتی ہے جسم کی قربانی ہوتی ہے۔ یہ نماز کی عبادت ہے۔ اور روزے کی عبادت میں کھانے، پینے، مرد و عورت کے تعلقات کی قربانی ہوتی ہے۔ حج میں مال و دولت آرام اور وطن کی پھر قربانیاں کئی قسم کی ہیں۔ بعض فرائض کے ذریعہ لیجاتی ہیں بعض نوافل کے ذریعہ فرائض حکم کے ماتحت اور نوافل مرضی کے ماتحت بجا لائے جاتے ہیں۔ یہ ایمان کو سنبھالنے والی چیز ہے۔ جبتک نوافل کی قربانی نہ ادا کی جائے اس وقت تک ایمان کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس میں مرضی کا دخل ہے اور جبتک نوافل ادا نہ ہوں مرضی کا پتہ نہیں لگ سکتا کیونکہ فرائض کی ادائیگی عادت کے ماتحت بھی ہو سکتی ہے۔ لوگ پنجوقتہ نماز پڑھتے ہیں۔ اگر وہ دوسرے اوقات میں نماز نہیں پڑھتے تو ان کے شوق کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے محض رسم و عادت کا گمان ہوگا۔ اگر کوئی شخص محض ایک مہینہ کے روزے رکھتا ہے اور باقی سال میں اور روزے کبھی نہیں رکھتا تو وہ بھی قربانی اور عبادت کا شائق نہیں معلوم ہوتا اگر صرف زکوٰۃ دیتا ہے اور صدقہ نہیں کرتا تو اس کو محض عادت سمجھا جائیگا۔ اسی طرح مالی قربانی بھی ہے لوگ قربانی کرتے ہیں مگر فرائض کے طور پر۔ اگر وہ دوسرے اوقات میں اور دوسری دینی ضروریات کے وقت قربانی نہیں کرتے تو اس کی زیادہ قدر نہیں ہوگی۔ بلکہ سمجھا جائیگا کہ یہ قربانیاں جو کرتے ہیں رسماً کرتے ہیں حقیقی قربانی اسی وقت ہوگی جو ہر دینی ضرورت کے وقت کی جائے اور دل کے شوق اور جوش کے ساتھ کی جائے اور جس کے کرنے کی دل میں ایک لہر پیدا ہو +

نوافل جو فرض کی صورت اختیار کر لیتے ہیں!

پس ایمان کی تکمیل کے لیے نوافل کی ضرورت ہے۔ آگے نوافل بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں بعض ایسے ہیں جنکو فرض کفایہ کہا جاتا ہے یہ ایک لحاظ سے نفل ہوتے ہیں مگر ایک لحاظ سے فرض۔ کفایہ میں نفل اور فرض ہوتا ہے فرض قوم کے لحاظ سے اگر کوئی نہ کرے تو ساری قوم گنہگار اور نفل ہوتا ہے افراد کے لحاظ سے کہ قوم کا کوئی فرد کرے تو ساری قوم کا کام سمجھا جائیگا۔ مگر فرض کفایہ کی ادائیگی میں کئی لوگ غافل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً بغیر نام لیے کے کہا جائے۔ کوئی پانی لاوے۔ تو ممکن ہے۔ کوئی ایک بھی نہ جائے۔ اور اگر نام لے کر کہا جائے کہ فلاں ستون اٹھا لاؤ تو وہ شخص ستون اٹھانے کے لیے تیار ہو جائیگا۔ جب عام بات ہو تو بعض اوقات اس خیال کے ماتحت سب ہی لوگ خاموش بیٹھے رہتے ہیں کہ دوسرا چلا جائیگا۔ یہی وقت ہوتا ہے کہ اس خیال کو چھوڑا جائے اور ہر شخص اپنے آپ کو اس آواز کو مخاطب سمجھے۔ تب پھر قربانی ہوتی ہے اور ہر شخص اس میں حصہ لیتا ہے۔

اشاعت اسلام کا وقت اور ہماری جماعت کا فرض

اللہ تعالیٰ نے اس تحریک کے ذریعہ تبلیغ اسلام کا سامان کیا ہے۔ اور وقت آ گیا ہے کہ اسلام کی اشاعت ہو یہ وقت ہے کہ ہماری جماعت خدا کا قرب حاصل کرنے کیلیے آگے بڑھے اب تک ہماری جماعت نے جو قربانی کی تھی۔ وہ مالی قربانی تھی۔ مگر تبلیغ کے لیے اوقات کی قربانی پورے طور پر نہ ہوئی تھی۔ اب اسلام ہر قسم کی قربانی چاہتا ہے۔ اب ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اس آواز کا اپنے آپ کو مخاطب سمجھے۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمیشہ جماعت پر چندہ مالی کی طرح چندہ اوقات تبلیغ کے لیے مقرر کیا جاوے اور جماعت کا چالیسواں حصہ ہمیشہ تبلیغ میں لگا رہے۔ مگر یہ ..... آئندہ کی بات ہے۔ بر دست میرے پاس دو سو درخواستیں مسلمان ملکانہ راجپوتوں کو ارتداد سے بچانے کا کام کرنے کے لیے پہنچ چکی ہیں۔

۲۰ بیس آدمیوں کی طلبی کا تار

آج ہمیں وہاں سے تار پہنچا ہے انھوں نے فوراً بیس ۲۰ آدمی اور طلب کیے ہیں۔ پچیس ۲۵ وہاں پہلے جا چکے ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو سو آدمی بھی ہم سے طلب کر سکتے اور نہیں معلوم اس پہلی سہ ماہی میں وہ کتنے دفعہ اور بیس بیس آدمیوں کا مطالبہ کرینگے۔ یہ کام نہیں ہو سکتا جبتک سب آدمی اس کام کے لیے تیار نہ ہو جائیں۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ان کے مطالبہ سے زیادہ آدمی اسوقت وہاں جانے کو تیار ہوں گے۔ وقت اتنا نہیں ہے کہ ہم باہر والوں سے خطاب کریں ابھی تک باہر سے درخواستیں آئی بھی کم ہیں کیونکہ ابھی تک باہر میرے اعلان کی اشاعت کم ہوئی ہے۔

نبی کے دیکھنے والوں کی فضیلت

ہم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں ایک نبی کا زمانہ دیا۔ بڑے بڑے بزرگ ہوئے ہیں مگر ایک احمدی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے ایک نبی کا چہرہ دیکھا ہے۔ حضرت سید عبد القادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تقویٰ و طہارت سے ایک احمدی سے افضل ہیں۔ مگر ایک پرانے احمدی کو جو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے ایک نبی کو دیکھا ہے۔ یہ ان پر اس کو فضیلت حاصل ہے۔ یہ ایک مستقل فضیلت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ بعد کے بزرگوں سے افضل ہیں۔

ممبران وفد ثانی کے اسماء

پس مجھے ایسے بیس آدمیوں کی ضرورت ہے خواہ انھوں نے اب تک نام لکھوایا ہو خواہ نہ لکھوایا ہو وہ اب اپنے نام پیش کریں جو آج عصر کی نماز کے بعد قادیان سے روانہ ہو جائیں۔ وقت جو گزر جائے پھر نہیں آتا۔ ممکن ہے کہ ایک رات جو غفلت کی ہو وہ ہی زنگ لگا دے۔ پس چاہیئے وہ شام سے پہلے پہلے چلے جائیں۔ جو شام سے پہلے جا سکتے ہیں وہ بولیں اس پر ۱۱۹ درخواستیں پیش ہوئیں مگر جن احباب کو منتخب کیا گیا انکے اسماء حسب ذیل ہیں:-

(۱) حضرت مولوی شیخ عبد الرحیم صاحب (سابق سردار جگت سنگھ وفد اول) اتالیق صاحبزادگان حضرت نواب محمد علیخان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ قادیان دارالامان۔ امیر وفد +

(۲) جناب مولوی چودھری عبد السلام خاں صاحب فاضل ہند و لٹریچر۔ کاٹھ گڑھی۔

(۳) جناب منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر اخبار الفضل (حوالدار ٹریٹوریل فورس)

(۴) جناب مولوی عبد الصمد صاحب پٹیالوی مصنف "نہہ کلنک اوتار"

(۵) مولوی ظل الرحمٰن صاحب فاضل بنگالی مہاجر

(۶) مولوی محمد یٰسین صاحب تاجر کتب قادیان مہاجر

(۷) مولوی رحمت علی صاحب بنگالی مہاجر

(۸) منشی عبد الخالق صاحب کپورتھلہ مہاجر

(۹) منشی محمد دین صاحب ملتانی مہاجر

(۱۰) میاں محمد دین صاحب زرگر مہاجر قادیان

(۱۱) میاں محمد شفیع صاحب زرگر مہاجر قادیان

(۱۲) چودھری نثار احمد صاحب بیٹری کو لیٹ لانس ٹریٹوریل فورس

(۱۳) ہادی علی خاں صاحب اٹک (ٹریٹوریل فورس) برادر زادہ مسٹر محمد علی شوکت علی۔

(۱۴) شیخ محمد ابراہیم علی صاحب بہ جناب شیخ یعقوب علی صاحب تراب احمدی عرفانی ایڈیٹر اخبار الحکم

(۱۵) محمد اعجاز الحق خاں صاحب سب (اور سیر) پسر ڈاکٹر محمد طفیل خاں صاحب بٹالوی

(۱۶) میاں غلام محمد صاحب ڈنگوی مہاجر

(۱۷) میاں عبد اللہ صاحب کشمیری دوکاندار قادیان

(۱۸) چودھری محمد حسین صاحب چودھری والہ

(۱۹) منشی محمد عامل صاحب بھاگلپوری مہاجر قادیان

(۲۰) میاں محمد الدین صاحب مسافر برادر جناب ماسٹر خیر الدین صاحب بی ایس سی۔

(۲۱) محمد ایوب خاں صاحب۔

(۲۲) سید عزیز الرحمٰن صاحب بریلوی مہاجر قادیان

سب کے لیے دعا

یہ فہرست سنانے کے بعد فرمایا۔ میں دعا کرتا ہوں

ان کے سب جو جائینگے اور ان کے لیے بھی جنھوں نے پیش کیا۔ مگر جا نہیں سکیں گے۔ ان کی نیت کا بدلہ اللہ ان کو دے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مدینہ میں کچھ ایسے لوگ رہتے ہیں جو ہر ایک وادی میں جہاں تم گزرتے ہو تمھارے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک حال میں تمھارے ساتھ رہتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا حضور وہ کون ہیں؟ فرمایا وہ تمھارے بھائی ہیں جو کسی عذر کی وجہ سے نہیں جا سکے۔

پس ان بھائیوں کے لیے جن کے دل میں ہے کہ جائیں مگر نہیں جا سکتے خواہ ان کو ابھی بھیجا نہیں جاتا یا ان کو عذرات ہیں۔ وہ مستحق ہیں۔ اب جانیکا موقع ہے۔ سب کو تیار ہونا چاہیئے۔ پھر فرمایا یہ بیس آدمی ہیں جو عصر کی نماز کے بعد رخصت ہوں گے۔ سب کے لیے جو جا رہے ہیں یا جو وہاں ہیں یا جانیکو تیار ہیں دعا کی جائے۔ بھائی عبد الرحیم صاحب آگرہ تک وفد کے امیر ہوں گے۔ اور وہاں جا کر چوہدری صاحب کے سپرد کر دیں گے۔ اب بھی دعا کرتا ہوں اور عصر کے بعد بھی دعا کروں گا (الفضل)

فتنۂ ارتداد

ملکانوں کے ایک مشہور قصبۂ "نوگاؤں" میں

مبلغین جماعت احمدیہ قادیان کی تبلیغی کوششیں۔

آگرہ کے اردگرد دیہات میں جہاں جہاں آریوں نے ملکانہ راجپوتوں کو مرتد بنانے کے لیے کارروائی کی ہے۔ یا جن دیہات پر ان کی خاص نظر ہے ان میں جماعت احمدیہ قادیان کے مبلغ اپنی پوری کوشش اور سعی سے کام کر رہے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے کامیابی ہو رہی ہے۔ متھرا کے ضلع کا ایک مشہور گاؤں جس کا نام نوگاؤں ہے اور جو اپنے اردگرد کے کئی گاؤں پر اثر رکھنے کی وجہ سے تخت کا گاؤں لکھا جاتا ہے۔ اس میں جناب شیخ غلام احمد صاحب نومسلم جو چھتری خاندان سے ہیں مستقل طور پر مقرر کیے گئے ہیں۔ ۲۳ مارچ ۲۳ء کو شیخ صاحب موصوف معہ اور مبلغین کے وہاں پہونچے۔ اس گاؤں میں ایک مسجد موجود ہے۔ لیکن وہ اس قدر ابتر حالت میں پائی گئی کہ کتوں اور گدھوں کی غلاظت اس میں موجود تھی۔ ہمارے مبلغین نے اس کو اپنے ہاتھ سے پاک و صاف کیا اور ۲۳ مارچ کی نماز جمعہ اس میں پڑھی اب اس میں پانچوں وقت اذان ہوتی ہے اور نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے ملکانہ قوم کے ایک معزز شخص ٹھاکر عبد المجید خاں صاحب نمازوں میں شامل ہوتے ہیں۔

شیخ غلام احمد صاحب نے اس گاؤں کے نمبرداروں اور معززین کو جمع کر کے گفتگو کی۔ ان سب نے عہد کیا کہ ان میں سے کوئی آریہ نہ ہوگا۔

۲۵ مارچ کو دو مہاشے وہاں پہونچے۔ ایک ملکانہ ان میں سے مسجد میں پہونچا۔ اور شیخ صاحب کو لے گیا۔ اور گفتگو کو کہا۔ مگر آریہ پرچارکوں نے ملکانوں کے سامنے گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ اور وہاں سے چلے گئے۔ شیخ صاحب نے ٹھاکروں کو مخاطب کر کے کہا کہ میں چھتری خاندان سے مسلمان ہوا ہوں۔ آریہ اول تو مجھے شدھی سمجھائیں لیکن وہ ایسا نہیں کرینگے۔ اس گاؤں کے لوگوں پر اس کا بہت اثر ہوا۔ اور وہ بہت خوش ہوئے لیکن اس کے ساتھ ہی اُنھوں نے یہ بھی کہا کہ جو بھی مولوی صاحب آتے دو یا چار روز رہ کر چلے جاتے ہیں اسی طرح آپ بھی چند روز رہ کر چلے جائیں گے اور ہم لوگ ویسے کے ویسے تعلیم اسلام سے ناواقف رہ جائینگے۔

اس پر شیخ صاحب نے ان کو تسلی دی کہ ہم ان شاء اللہ اس وقت یہاں سے نہیں جائینگے کہ جب تک آپ لوگ اسلام کی تعلیم سے واقف نہ ہو جائیں۔

اس گاؤں کے لوگ جناب شیخ صاحب کو تعظیم اور ادب کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ۲۵ مارچ کو ایک شخص جو مدت سے آریوں کے زیر اثر تھا وہ دونوں آریا جیسے ہی ان کے پاس پہونچے اور اسے شدھ کرنا چاہا۔ مگر اس کے بھائی بندوں نے اس کو سمجھا بجھا کر شدھ ہونے سے باز رکھا۔

فی الحال آریہ لوگ وہاں سے چلے گئے ہیں آئندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ آریا کیا رنگ اختیار کرتے ہیں۔

آریوں کے تکلیف دہ اور اشتعال انگیز طریق عمل سے تنگ آکر اس گاؤں کے لوگوں نے تھانہ میں رپورٹ کی ہے کہ ہم لوگ مسلمان ہیں۔ اور مسلمان رہنا چاہتے ہیں۔ آریہ لوگ ہم پر یورش کر کے آتے ہیں اور تنگ کرتے ہیں۔ اس کا انتظام کیا جائے۔ تاکہ فساد نہ ہو۔ احمدی مبلغین اس گاؤں کے ملکانہ بچوں کو چھوٹی چھوٹی اسلامی باتیں آسان طریق پر سکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

(۲۸ مارچ ۱۹۲۳ء)

(۲)

ملکانہ راجپوتوں پر آریوں کی یورش

چونکہ ہم ہر مذہب و ملت کے لوگوں کا یہ حق سمجھتے ہیں کہ اپنے مذہب کی تبلیغ کریں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کریں۔ اسلیے ہم اس امر کے خلاف نہیں کہ آریا صاحبان کسی قوم میں اپنے مذہب کا پرچار کریں۔ لیکن آریوں نے ملکانان راجپوتوں کے متعلق جو طریق عمل اختیار کر رکھا ہے۔ وہ چونکہ مذہبی نہیں ہے بلکہ شورش انگیز اور مفسدانہ ہے۔ اس لیے اس کے خلاف ہم بڑے زور کے ساتھ آواز بلند کرتے ہیں۔ آئے دن مختلف مقامات پر ہندو مسلمان ہوتے رہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے ہندو بننے کی بعض خبریں شائع کی جاتی ہیں۔ لیکن یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ ان موقعوں پر اسی طرح کیا جاتا ہے جس طرح ملکانوں کے دیہات میں آریا صاحبان کر رہے ہیں۔ پھر ان ہی دنوں عیسائی صاحبان اس سے بھی زیادہ تعداد میں عام طور پر ہندوؤں اور بعض جگہ مسلمانوں کو عیسائی بنا رہے ہیں۔ جو آریہ صاحبان ملکانوں کی نسبت نہایت مبالغہ آمیزی سے پیش کر رہے ہیں۔ لیکن ان کی نسبت اس قسم کی کوئی شکایت نہیں سنی گئی جو آریہ صاحبان کی نسبت پیدا ہو رہی ہیں۔ اس کی اصل وجہ تو یہ ہے کہ آریہ وہ قوم ہے کہ جس کے افراد ہمیشہ دوسرے مذاہب کی آغوش میں جاتے رہے ہیں۔ اور اس میں کبھی کوئی ایک آدھ آدمی ایسا داخل نہیں ہوا جس پر لیے فخر کرنے کا موقع ملا ہو اب جبکہ اسے یہ کہنے کا موقع ملا ہے کہ ہزاروں مسلمان شدھ ہو رہے ہیں تو آریہ لوگ آپے میں نہیں رہے اور بے خود ہو کر ناجائز حرکات کر رہے ہیں چنانچہ ان کا طریق یہ ہے کہ کسی گاؤں میں ایک دو آدمیوں کو مختلف قسم کے لالچوں اور ترغیبوں سے گانٹھ لیتے ہیں۔ پھر اس گاؤں کی آبادی اگر ایک سو کی ہو تو ادھر ادھر کے لوگوں کو ایک ہزار کی تعداد میں جمع کر کے بڑے ساز و سامان کے ساتھ جو کھانے پینے کی چیزوں۔ موٹروں۔ گاڑیوں تانگوں۔ اونٹوں۔ رتھوں۔ بندوقوں۔ اور تلواروں وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس گاؤں میں جا پہونچتے ہیں۔ اور وہاں کے لوگوں کو یہ چیزیں دکھا کر کہ فلاں کنور صاحب ہیں فلاں ٹھاکر صاحب ہیں۔ ان بھولے بھالے لوگوں کو حیران کرتے ہیں۔ اور ایسے لوگ جو شدھی کے بالکل خلاف ہوتے ہیں ان کو بھی مجبور کر کے شدھ کر لیتے ہیں۔ اور یہ حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ایک گاؤں جس کا نام فتح پور ہے اور جو ضلع آگرہ میں واقع ہے اس میں بعض عورتوں نے جو شدھی کے خلاف تھیں تنگ آکر کنوئیں میں ڈوب مرنے کی کوشش کی جنھیں بڑی مشکل سے روکا گیا۔ ایک موقع پر آریوں کے سرگردہ کارکن سے ان کے طرز عمل کے متعلق گفتگو ہوئی۔ تو اس نے کہا کہ یہ پولیٹکل حملہ ہے مذہب کا اس میں دخل نہیں مسلمانوں نے بھی ان لوگوں کو اسی قسم کے طریقوں سے مسلمان بنایا تھا۔ اب ہمیں موقع ملا ہے ہم ان کو ہندو بنا رہے ہیں۔

آریوں کے اس اشتعال انگیز طرز عمل نے ملکانہ راجپوتوں میں ناراضی اور غصہ کی لہر پیدا کر دی ہے اور اس وقت تک مسلمان مبلغ اگر ان کو صبر اور برداشت کی تلقین نہ کرتے تو ضرور کسی نہ کسی جگہ فساد رونما ہو چکا ہوتا۔ اور اس کے ذمہ دار آریہ صاحبان ہوتے۔ لیکن کیا ہی حیرت کی بات ہے کہ آریا اخبار "پرتاپ" میں جماعت احمدیہ کے مبلغوں پر الزام لگایا گیا ہے کہ یہ فساد کرانا چاہتے ہیں۔ اس الزام کے غلط اور جھوٹ ہونے کا تو یہی ثبوت ہے کہ بغیر کسی دلیل کے کہدیا گیا ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں ہم ثبوت دینے کے لیے تیار ہیں۔ کہ ہمارے مبلغین نے ایسے واقعات کو روکا ہے جو آریا صاحبان کی اشتعال انگیزی کے نتیجہ میں پیدا ہونے لگے تھے۔ پس ہم تو امن کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور کریں گے۔ لیکن آریا صاحبان کو چاہیئے کہ شدھی کے لیے جو طریق اُنھوں نے اختیار کر رکھا ہے اسے بدل دیں اور اس کی بجائے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں پھر جس کا جی چاہے ان کے ساتھ مل جائے اور کسی مندر وغیرہ میں آریا بنا لیا جائے۔ نہ کہ شدھی کو ایک تماشا بنا کر دور و نزدیک کے لوگوں کو جمع کر کے شور و شر کے ساتھ ایسی قوم کے جذبات اور احساسات کو صدمہ پہونچایا جائے۔ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے۔ جن کے گاؤں میں مسجدیں موجود ہیں۔ جن میں کوئی نہ کوئی نماز بھی پڑھتا ہے آریا صاحبان اتنا تو سوچیں کہ اگر پنجاب میں سکھوں کے کسی گاؤں کا کوئی سکھ مسلمان ہونے لگے۔ اور بہت سے مسلمان وہاں نعرے لگاتے۔ ڈھول بجاتے۔ اور شور و شر ڈالتے۔ موٹروں۔ گاڑیوں۔ تانگوں وغیرہ پر سوار ہو کر جائیں۔

اور گاؤں میں جشن منا کر ایک بڑے مجمع میں سکھ کے بال کاٹیں تو اس کا کیا نتیجہ ہو۔ یہی کہ آپس میں سخت کشت و خون ہو۔ اور اسکی ذمہ واری ان ہی لوگوں پر عاید ہو جو باہر سے آ کر اشتعال انگیزی کا باعث بنیں۔ اس علاقہ میں بعینہٖ یہی حالت آریوں نے ملکانوں کے متعلق بنا رکھی ہے۔ جو محض اسلیے ہے کہ مسلمان راجپوتوں کو ذلیل کریں اور ان پر ناجائز طریقوں سے اپنا رعب ڈال کر ہندو بننے پر مجبور کریں۔ مذہب کے نام پر ایسی کارروائیاں جن کا نتیجہ فتنہ و فساد ہو۔ نہایت ہی قابل افسوس ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ آریہ صاحبان ان سے باز آجائیں۔ (۲۹ مارچ ۱۹۲۳ء)

(۳)

نومسلموں کی طرف سے بھاشا میں اشتہار

قبل ازیں اخبارات میں اطلاع دی جا چکی ہے کہ مبلغین جماعت احمدیہ قادیان کو فرخ آباد، ایٹہ، مین پوری اور علی گڑھ کے اضلاع میں مقرر کر دیا گیا ہے۔ جو ملکانہ راجپوتوں کے دیہات میں دورہ کریں گے۔ اس کے بعد ضلع اٹاوہ اور مظفر نگر میں خطرے کی اطلاع ملنے پر ان میں بھی مبلغین کو بھیجدیا گیا ہے۔ جن میں ان شاء اللہ بہت جلدی قادیان سے اور مبلغین کے ہو پہنچنے پر اضافہ کر دیا جائیگا۔ احمدی مبلغ جس اخلاص اور کوشش سے کام کر رہے ہیں۔ وہ اس سے ظاہر ہے کہ کئی کئی میل روزانہ پیدل سفر کرتے ہیں اور بعض مقامات پر کھانا تو الگ رہا پانی بھی میسر نہیں آتا۔ جہاں رات بسر کرتے ہیں وہاں یا تو اپنے ہاتھ کر کھانا پکا کر کھاتے ہیں۔ یا اگر دوکان ہو تو مول لے لیتے ہیں۔ اور یہ خرچ اپنی گرہ سے کرتے ہیں بعض جگہ کے لوگ حیرت سے پوچھتے ہیں کہ اپنے پاس سے خرچ کر کے ہمارے پاس تو کبھی امیر و نواب بھی نہیں آئے۔ تم غریب لوگ اپنا خرچ کر کے کس طرح سے ہمارے پاس آئے ہو۔ پیشتر ازیں جو واعظین ان علاقوں میں آتے رہے ہیں وہ چونکہ ان لوگوں سے روپیہ وصول کر کے چلے جاتے رہے ہیں اور بعض سے افسوسناک حرکات سرزد ہوئی ہیں۔ اس لیے ملکانہ لوگ مولویوں سے سخت متنفر ہیں۔ مگر احمدی مبلغین کے اپنے خرچ پر گزارہ کرنے اور ان سے پانی تک نہ مانگنے سے بہت متاثر ہو رہے ہیں۔

چند ایک احمدی نومسلموں کی طرف سے جو راجپوتوں میں تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ بھاشا میں ایک اشتہار شائع ہوا ہے۔ جو ملکانوں میں تقسیم کیا جائیگا۔ اس میں لکھا گیا ہے کہ آریوں کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ راجپوتوں کے آباؤ اجداد کو زبردستی مسلمان بنایا گیا تھا۔ وہ اسلام کی صداقت دیکھ کر مسلمان ہوئے تھے جیسا کہ ہم لوگوں نے اسلام کی صداقت کی وجہ سے اسے قبول کیا ہے۔ اگر کوئی آریا اسلام پر کسی قسم کا اعتراض کرے۔ تو ہمیں اطلاع دیجائے کہ ہم اس کے ساتھ اسلام کی صداقت پر گفتگو کرنے کے لیے تیار ہیں۔

ایک اشتہار میں آریوں کو مباحثہ کا چیلنج بھی دیا گیا ہے۔ اور عنقریب آگرہ میں آریوں کے متعلق لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ (۳۰ مارچ ۱۹۲۳ء)

(۴)

آریوں کا ظلم و ستم غریب مسلمانوں پر

اگر اس علاقہ کے مسلمان راجپوت اور ملکانے کہلاتے ہیں۔ ہندوؤں کے ظلم و ستم کے نیچے پہلے ہی دبے ہوئے تھے۔ چنانچہ ان کی جائدادوں پر ہندوؤں نے قبضہ کر کے انھیں قلاش بنا رکھا ہے اور اسی حالت سے فائدہ اٹھا کر اب ان کو شدھ کیا جا رہا ہے۔ لیکن شدھی کے سلسلہ میں ان بے چاروں کی حالت بہت ہی دردناک ہو گئی ہے جس کے متعلق دو تازہ واقعات پیش کیے جاتے ہیں:-

کل ایک غریب ملکانہ عورت "کبیری" نام سورج پور ضلع آگرہ کی رہنے والی احمدیہ دارالتبلیغ آگرہ میں اپنی پردرد داستان سنانے آئی جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہندو ساہوکار نے اس کی زمین پر قبضہ کر لیا ہے اور اس حد تک تنگ کر رکھا ہے کہ وہ اپنا مکان بھی چھوڑنے پر مجبور ہو رہی ہے۔ اس قدر تنگ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے مذہب پر استقلال سے قایم رہنا چاہتی ہے اور مسجد تعمیر کرنے کی تیاری کر رہی ہے۔

(۲) ضلع اٹاوہ کے رہنے والے ایک شخص "شادی لال" کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ معزز برہمن خاندان کا فرد اور موضع تریا کا باشندہ ہے۔ جو تھوڑا ہی عرصہ قبل پرجوش آریہ سماجی اور شدھی سبھا کا ممبر تھا۔ آریہ سماج کے رجسٹروں میں اس کا نام اور چندہ درج ہے تھوڑا عرصہ ہوا وہ آریہ سماج سے علیحدہ ہو گیا۔ اور پھر مسلمان ہو گیا آریہ اس کو شدھ کرنے آئے۔ حد سے زیادہ کوشش کی۔ اس کی شدھی کے لیے ایک جلسہ بھی کیا۔ لیکن وہ ان کے قابو میں نہ آیا۔ اس پر اسے گالیاں دی گئیں۔ مارا پیٹا گیا۔ ایک ہندو کے ہاں اسکا کچھ سامان تھا۔ وہ اس نے دبا لیا۔ حسن اتفاق سے وہ سید صادق حسین صاحب سکریٹری انجمن احمدیہ اٹاوہ کے پاس پہنچ گیا۔ اور اس طرح سے آریوں کے ظلم سے چھٹکارا حاصل کیا۔

یہ بیسیوں واقعات میں سے بطور نمونہ صرف دو بیان کیے گئے کیا مسلمانوں کا فرض نہیں ہے کہ اسلام کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے جن لوگوں کو آریہ اس طرح تنگ کر رہے ہیں ان کی مدد کریں۔ اس کے لیے ہر قسم کی امداد کی اطلاع ذیل کے پتہ پر دی جائے۔ (یکم اپریل ۱۹۲۳ء)

(۵)

ضلع مظفر نگر میں احمدی مبلغ

آریوں کے پاس چونکہ بہت زیادہ آدمی اور کافی روپیہ ہے اسلیے ان کی کوشش یہ ہے کہ مختلف اضلاع میں کام شروع کر کے مبلغین کے لیے زیادہ مشکلات پیدا کریں چنانچہ کئی علاقوں میں انھوں نے اپنی کوششیں جاری کر دی ہیں۔ وہاں ہمارے مبلغ بھی پہونچ چکے ہیں۔ حال میں جب ضلع مظفر نگر کے متعلق اطلاع پہونچی کہ آریوں نے بعض گاؤں میں اثر ڈالنا شروع کر دیا ہے اور شدھی کا خطرہ ہے تو فوراً مبلغین کو اس ضلع میں بھیجدیا گیا۔ جنھوں نے تحقیقات کر کے رپورٹ بھیجی ہے۔ کہ خدا کے فضل سے فی الحال کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن اس پر ضلع مظفر نگر کے احمدی احباب کو لکھدیا گیا ہے کہ وہ اپنے اردگرد کے دیہات میں دورہ کرتے رہیں۔ اور ایسے لوگ جن کے متعلق خطرہ کا احتمال ہو سکتا ہے ان کو پختہ کریں۔ اور انھوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ (۲ اپریل ۱۹۲۳ء)

(۶)

جماعت احمدیہ قادیان کے مبلغین کا طریق عمل و تقسیم علاقہ جات

احمدی مبلغین مختلف اضلاع کے متعدد دیہات میں جو تبلیغی کام کر رہے ہیں اس کا مختصر سا نقشہ ناظرین کی آگاہی کے لیے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہو گا کہ ہمارے مبلغین کا طریق کار کیا ہے در اصل اسوقت ضرورت اس امر کی ہے کہ جن دیہات میں خطرہ ارتداد کا احتمال ہے یا جن میں آریا اپنا اثر پیدا کر چکے ہیں۔ ان میں ایسے آدمی مستقل طور پر رکھے جائیں جو خود تعلیم اسلام سے واقف ہوں اور ملکانوں کو اسلام سکھا سکیں ملکانوں میں سے ایسے لوگ جنھیں اسلام کی موٹی موٹی باتوں سے بھی واقفیت نہ ہو محض تنخواہ دار کے طور پر ہوں۔ ان سے نہ آج تک کوئی فائدہ ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے اسلیے ہم دوسرے کام کرنے والے اصحاب کو بھی مشورہ دیں گے کہ وہ بھی ایسا ہی طریق عمل اختیار کریں جو ہم نے کیا ہے کہ مختلف مقامات پر ایسے لوگ مقرر کریں جو دینی واقفیت کے علاوہ اسلام سے اخلاص اور محبت بھی رکھتے ہوں۔ جہاں رہیں وہاں کے لوگوں پر اپنی ضروریات کا قطعی بار نہ ڈالیں ملکانوں کو اسلام کی تعلیم دیں اور اپنی روحانیت سے ان لوگوں میں مذہبی احساس اور جذبہ پیدا کریں۔ اس وقت جس قدر احمدی مبلغ کام کر رہے ہیں ان کے کام کی تقسیم حسب ذیل ہے:-

"تبلیغی مرکز آگرہ میں میرے ساتھ مولوی محمد ابراہیم صاحب بی ایس سی۔ اور منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل کام کرتے ہیں۔ مولوی جلال الدین صاحب مولوی فاضل اور مہاشہ محمد عمر صاحب نومسلم سابق طالب علم گروکل کانگڑی آریوں کے متعلق ہفتہ میں دو بار آگرہ میں لیکچر دیتے اور پبلک کو آریہ دھرم کی حقیقت بتاتے ہیں۔ اور باقی ایام میں اردگرد کے دیہات میں تبلیغ کرتے ہیں۔ بابو محمد اقبال خاں صاحب آگرہ کے قریب قریب کے دیہات کا دورہ کرتے ہیں اور تبلیغ میں مصروف ہیں۔ ضلع آگرہ کے موضع کھنڈواتی میں چودھری ظفر الاسلام صاحب اور موضع سکرارا میں منشی محمد دین صاحب مقرر کیے گئے ہیں۔ شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی نومسلم دورہ کر کے مبلغین کو ہدایت پہونچاتے اور نئے حالات سے تبلیغی مرکز میں اطلاع دیتے اور ہر طرح کام کی نگرانی بھی کرتے ہیں پہلے جن انجمنوں کو اس علاقہ میں ناکامی ہوئی ہے۔ اس کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ واعظین جو دیہات میں بھیجے گئے وہ الا ماشاء اللہ نیم ملا ہی تھے۔ اور ان کی نگرانی کے لیے عملہ مفقود تھا۔ یہ لوگ سالہا سال تک پڑے رہے اور کسی نے خبر تک نہ لی کہ وہ لوگ اپنے فرض کو کہاں تک ادا کر رہے ہیں۔

دیگر اضلاع میں مبلغین کی تقسیم حسب ذیل ہے :۔

ضلع متھرا شیخ عبد الرحیم صاحب نومسلم اور شیخ اعجاز الحق صاحب آنور میں۔ شیخ غلام احمد صاحب نومسلم۔ شیخ محمد صاحب سپاہی۔ چودھری نور احمد صاحب اور میاں خدا بخش صاحب نوگاؤں میں۔ ان کے زیر تبلیغ اردگرد کے آٹھ اور دیہات بھی ہیں چودھری بدرالدین صاحب پرکھم اور اردگرد کے دیہات میں۔ سوامی عبد السلام صاحب فاضل سنسکرت موضع بھائی میں۔ مولوی عبد القدیر صاحب بی اے و جمعدار محمد خاں صاحب باٹھی میں چودھری محمد عبد اللہ خاں صاحب بی اے۔ بی۔ ٹی تیرہ میں۔ مولوی محفوظ الحق صاحب علمی مولوی فاضل نوہی میں۔ شیخ یوسف علی صاحب بی۔ اے برسی میں۔

چونکہ ضلع متھرا اس وقت آریا کوششوں کا مرکز ہو رہا ہے اس لیے علاوہ ان مبلغوں کے مولوی جلال الدین صاحب مولوی فاضل اور ماسٹر محمد عمر صاحب وقتاً فوقتاً اس علاقہ میں دورہ کرتے رہیں گے۔ اور حسب منشاء ملکانہ راجپوتوں کے آریہ لوگوں سے مذہبی مباحثات بھی کرینگے کیونکہ اکثر گاؤں سے ہمیں درخواستیں آتی رہتی ہیں کہ ہمیں ہندو لوگ بہت تنگ کر رہے ہیں ان کے جواب دینے کے لیے علماء کو بھیجا جائے۔ آریا ایسے گندے اعتراض کرتے ہیں کہ ہندو راجپوت بھی ان سے اظہار نفرت کرتے ہیں۔

ضلع فرخ آباد ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم فرخ آباد میں۔ سید عزیز الرحمٰن صاحب قائم گنج میں منشی محمد لیسین صاحب علیگڈھ میں۔ رحمت علی صاحب بنگالی قنوج میں۔ محمد عامل صاحب بروان میں۔ غلام محمد صاحب چھبر مؤ میں۔ محمد دین صاحب محمد آباد میں۔ محمد ایوب خان صاحب منگوالی میں۔ اس ضلع کی حالت یہ ہے کہ یہاں نومسلم راجپوتوں کے گاؤں کثرت سے ہیں۔ دو گاؤں قریباً ایک سال ہوا مرتد بھی ہو چکے ہیں۔ لیکن ابھی تک ہندو ساتھ ملکر نہیں کھاتے اور مرتد ہونے والے اپنی ذلیل حالت کو محسوس کر رہے ہیں دو گاؤں کے نمبردار مرتد ہو چکے ہیں ہمارے مبلغوں کے جانے پر ان کی تحریک پر ان نمبرداروں نے یہاں تک مان لیا ہے کہ مسلمانوں اور آریوں کے درمیان مباحثہ ہو جائے۔ اس کے بعد وہ آخری فیصلہ کرینگے۔ اس ضلع میں کثرت سے آریہ لوگ کام کر رہے ہیں اور کئی ایک گاؤں خطرہ میں ہیں یہی وجہ ہے کہ میں نے بجائے اس کے کہ پہلے متھرا اور آگرہ پر زور دیتا ملحقہ علاقوں کے محفوظ کرنے کی کوشش کی۔ اگر یہ کارروائی فوراً نہ کی جاتی تو فرخ آباد اور دیگر اضلاع میں ہمیں اس مصیبت کا منہ دیکھنا پڑتا جو آگرہ متھرا اور بھرت پور میں ہمیں اسوقت درپیش ہے۔

ضلع ایٹہ مولوی عبد الخالق صاحب دھومری میں۔ مولوی ظل الرحمٰن صاحب بھوبت پور میں۔ مولوی محمد حسین صاحب و چودھری نثار احمد صاحب کا سگنج میں۔ اس ضلع میں آریوں کا اثر نسبتاً کم ہے۔

ریاست بھرت پور میاں محمد ابراہیم صاحب نانک پیلا میں۔ مولوی عبد الصمد صاحب مولوی عبد اللطیف صاحب ستی میں۔ ریاست کے اکثر ملکانہ گاؤں مرتد ہو چکے ہیں وجہ ریاستی اثر اور سرکاری پروہت کی شمولیت ہے۔

ضلع علی گڈھ شیخ ابراہیم علی صاحب و سید گل انور صاحب افغان شمس پور اور اردگرد کے دیہات میں۔ اس ضلع کے صرف گاؤں میں خطرہ کا پتہ لگا تھا۔ وہاں آدمی بھیجدیئے گئے

ضلع مظفر گڈھ منشی عبد السمیع و عزیز احمد صاحب کام کر رہے ہیں۔ حالت اچھی ہے۔

ضلع اٹاوہ ہادی علی خاں سرائے جلال میں۔ اس ضلع میں عنقریب اور مبلغ بھی بھیجے جائینگے۔

(۱۴ اپریل ۱۹۲۳ء)

(۷)

فتنۂ ارتداد اور احمدی مبلغین قادیان

احمدی نومسلم مبلغین کی طرف سے بھاش میں جو اشتہار شائع ہوا ہے اس کے اثر کو زائل کرنے کے لیے آریوں نے ایک اشتہار نکالا ہے جس میں یہ جھوٹ بولا ہے کہ نومسلموں کے فرضی نام لکھ دیئے گئے ہیں۔ دراصل یہ لوگ ہندوؤں سے مسلمان نہیں ہوئے اس کا جواب احمدی نومسلموں نے یہ دیا ہے کہ ہمارے ناموں کو فرضی ثابت کرنے والے کو فی نام ایک ہزار روپیہ دیا جائیگا۔ اگر کسی آریہ وغیرہ میں ہمت ہے تو سامنے آئے ملکانوں کا ایک گاؤں جس میں ہمارے ایک نومسلم مبلغ رہتے ہیں اور جہاں کے کچھ لوگوں کو مرتد کرنے کا حال ہی میں آریوں نے اعلان کیا ہے۔ وہاں ۱۶ آدمی پھر مسلمان کئے گئے مل چکے ہیں اور باقی لوگوں کے متعلق بھی امید ہے کہ واپس آجائینگے۔

[خاکسار فتح محمد خان سیال ایم۔ اے امیر وفد المجاہدین احمدیہ جماعت قادیان۔ ہینگ کی منڈی آگرہ۔ ۵ اپریل ۱۹۲۳ء]

(۸)

احمدیہ قادیان کے مقابلہ میں آریوں کی بے بسی

ملکانوں میں ارتداد کی کوئی کارروائی شروع کرنے کے بعد شردھانند صاحب وسط مارچ میں جب لاہور گئے تو ایک آریہ اخبار کے نمایندہ سے انھوں نے کہا کہ مسلمان مولوی جن گاؤں میں جاتے وہاں کے لوگ شدھ ہونے کے لیے اور زیادہ جلدی تیار ہو جاتے ہیں۔ اخبار پرتاب میں ان کا یہ بیان چھپ چکا ہے۔

شردھانند صاحب نے اسوقت یہ کہا تھا جبکہ ابھی جماعت احمدیہ قادیان نے علاقہ ارتداد کا کام شروع نہیں کیا تھا۔ لیکن اب جبکہ ہماری جماعت کو کام شروع کیے ایک مہینہ بھی نہیں ہوا۔ آریا صاحبان تحریک ارتداد کے مدہم پڑ جانے کی ایک وجہ یہ بتاتے ہیں کہ :۔

"مسلمان مولویوں کی مخالفت بھی کچھ معنی بھی رکھتی ہے"

پرتاب ۵ اپریل ۲۳ء

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ آریوں کے لیے ملکانوں کو ورغلانے کا کام اتنا آسان نہیں رہا جتنا شردھانند نے چند ہی دن قبل ظاہر کیا تھا۔

آریا صاحبان جماعت احمدیہ سے کس قدر خوف کھاتے ہیں۔

اس کا پتہ پرتاب کے اسی پرچہ سے لگ سکتا ہے جس کے ایک ایڈیٹوریل نوٹ میں لکھا ہے۔

"پچھلے دنوں آریا کمار سبھا گجرات کا سالانہ جلسہ تھا وہاں کے احمدیوں نے دوسرے مسلمانوں کی امداد کے بھروسہ پر آریوں کا ناک میں دم کر دیا" یہ ایک آریہ اخبار کے الفاظ ہیں۔ یہ ان لیکچروں کی طرف اشارہ ہے جو چند ہی دن ہوئے ہمارے مبلغین نے گجرات میں آریہ سماج کے متعلق دیئے۔ اگر ہر جگہ مسلمان ہمارے مبلغین سے آریوں کا مقابلہ کرائیں اور اخلاقی ہمدردی اور مدد کریں تو خدا کے فضل سے آریوں کو ایسی شکست نصیب ہو کہ پھر سامنے آنے کی جرأت نہ کریں۔

(غلام نبی ایڈیٹر الفضل از آگرہ۔ ۶ اپریل ۱۹۲۳ء)

(۹)

علاقہ ارتداد میں جماعت احمدیہ قادیان کا تیسرا تبلیغی وفد
۷۲ احمدی مبلغین کام کر رہے ہیں

ان اضلاع میں جہاں فتنہ ارتداد کا اثر ہو چکا ہے۔ یا جن میں خطرہ ہے ان میں آریوں کا مقابلہ اور زیادہ زور اور طاقت کے ساتھ کرنے اور ملکانہ راجپوتوں کو تعلیم اسلام سے واقف کرنے کے لیے اور مبلغین کی ضرورت تھی۔ کیونکہ معلوم ہوا تھا کہ ہر ضلع میں آریہ بڑی تعداد میں اپنے آدمی بھیج رہے ہیں۔ مزید مبلغین کے لیے قادیان تار دیا گیا تھا۔ اس پر ۶ اپریل ۱۹۲۳ء کی شام ۲۰ اور مبلغین ہیڈکوارٹر آگرہ پہنچ گئے دو احباب نے اپنے مقامات سے آگرہ پہونچنا۔ لیکن ملازمت سے رخصت نہ ملنے کی وجہ سے فی الحال نہیں آسکے۔ ان نئے مبلغین کو رات کے بارہ بجے تک ضروری ہدایات دیکر صبح ان اضلاع میں روانہ کر دیا گیا جہاں ہمارے آدمی پہلے کام کر رہے تھے اب ان شاء اللہ قریباً ہر ایک ایسے گاؤں میں جہاں ملکانہ راجپوتوں کی آبادی ہے کم از کم ایک ایک آدمی مستقل رہائش اختیار کر کے تعلیم و تربیت میں مشغول ہوگا تاکہ خود ان لوگوں میں ایسی قوت پیدا ہو جائے کہ اسلام سے برگشتہ کرنے والی تحریکوں کا مقابلہ اور نہ صرف یہی بلکہ ہندوؤں میں تبلیغ اسلام بھی کر سکیں۔

یہ مبلغین بھی پہلے مبلغین کی طرح اپنا خرچ آپ برداشت کریں گے۔ اب احمدی مبلغین کی تعداد اس علاقہ میں ۷۲ ہے جس میں ضرورت کے وقت اور بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔

خاکسار

فتح محمد سیال ایم اے امیر
وفد المجاہدین جماعت احمدیہ قادیان دار التبلیغ
ہینگ کی منڈی آگرہ ۷ اپریل ۱۹۲۳ء

فتنۂ ارتداد کی مہم کے مقابلہ میں احمدی جماعت

اخبارات کیا کہتے ہیں؟

(۱)

معزز اخبار ہمدم کی چھ اپریل کی اشاعت میں سید آغا حیدر کیل ایک مراسلہ حضرت خلیفۃ المسیح کے پیغام اتحاد پر شایع ہوا ہے۔ سید صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ:۔

"یہ پیغام اتحاد نہایت دانشمندی اور فرزانگی پر مبنی ہے اور اسلام کی ابتدائی اسپرٹ کو یاد دلاتا ہے۔ جبکہ امیر معاویہ اور حضرت اسد اللہ الغالب میں خانہ جنگی ہو رہی تھی۔ موقع پاکر یونانیوں نے اسلام حملہ پر تیاری کی تو حضرت معاویہ نے اُن کو ایک خط تہدید آمیز لکھا کہ سب سے پہلے جو شخص علی کی طرف سے میدان میں آکر میدان میں آکر معاندین اسلام سے جنگ کریگا وہ معاویہ ہوگا۔ راقم مرزائی نہیں بلکہ اثنا عشری ہے اور اس فرقہ میں ہمیشہ شامل رہا ہے اور اسی مذہب کو ذریعہ نجات جانتا ہے بایں ہمہ میرا اعتقاد ہے کہ جملہ مسلمان اس آڑے وقت میں اگر ایک دل ہوکر راجپوتوں میں انسداد ارتداد نہیں کرینگے تو سعی لاحاصل اور محنت بے سود ہوگی۔ اور مخالف کو کامیابی میں آسانی ہوگی۔ اور ایسے مولوی صاحبان کو جو دوسرے قسم کے مسلمانوں کے ساتھ کام کرنا پسند نہیں کرتے اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانا چاہتے ہیں پشیمانی اُٹھانا پڑے گی۔ قیامت کے دن خدا اور رسول کے اپنے افعال ذمیمہ کے جوابدہ ہوں اور اس دار فانی میں بدنام کنندہ نکونامے چند کے مصداق کہلائیں گے۔

مرزا صاحب نے اپنی جماعت سے پچاس ہزار روپیہ اور ایک سو واعظ طلب کیے ایک ماہ کے اندر ایک سو چالیس واعظ اور کثیر رقم جمع ہوگئی۔ جو آگرہ متھرا مین پوری وغیرہ کے اضلاع میں وعظ کہہ رہے ہیں۔ قادیانی جماعت کی مساعی حسنہ اس معاملہ میں بے حد قابل تحسین ہیں اور دوسری اسلامی جماعتوں کو بھی انہی کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے۔"

(۲)

مجلس نمائندگان تبلیغ اور اتحاد عمل

اس عنوان سے معزز معاصر زمیندار نے ۱۰ اپریل کی اشاعت میں ایک نوٹ لکھا ہے جس میں انجمن نمائندگان تبلیغ کے ایک ریزولیوشن نمبر ۲۳ اور ۲۴ پر تنقید کی ہے جن کی بنا پر مجلس مذکور نے احمدی جماعت کو مجلس نمائندگان تبلیغ سے علیحدہ کیا ہے۔ ہم خود اس موقع پر اپنی طرف سے ایک حرف بھی لکھنا پسند نہیں کرتے معزز معاصر زمیندار نے جس اخلاص اور صاف گوئی سے اس ریزولیوشن پر تنقید کی ہے کوئی دانشمند اس پر تحسین کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور وہ اس قابل ہے کہ تمام معاصرین اپنے کالموں میں جگہ دیں۔ اور وہ یہ ہے:۔

ہم حلقہ ارتداد میں کام کرنے والے حضرات کی خدمت میں ابتداء سے عرض کرتے رہے ہیں کہ ان میں سے کوئی کارکن اپنے کسی فعل اور کسی عمل اور کسی حرکت سے کسی دوسرے بھائی کے لیے اذیت و تکلیف کا باعث نہ بنے اور تمام فرقوں کے فرستادہ مبلغ اپنی مساعی تبلیغ کو صرف اصول اسلام تک محدود رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے فتنہ فرو ہو جائیگا اور بڑھتا ہوا سیلاب رک جائیگا اور پھر جس طرح چاہیں اپنے اپنے مخصوص فرقوں کے جزئی عقائد کی تبلیغ کرلیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک کارکن بزرگوں نے حالت کی نزاکت کو پورے طور پر محسوس نہیں کیا اس لیے ان کی طرف سے اتحاد کی جو صدا بلند ہوتی ہے اس میں بھی افتراق و الشقاق کے شعلے موجود پائے جاتے ہیں۔ ہمیں مجلس نمائندگان تبلیغ کی طرف سے چند تجاویز موصول ہوئی ہیں جو کسی دوسری جگہ درج ہیں اس کی تجویز نمبر ۲۳ قابل اعتراض ہے اور حیرت ہے کہ مجلس مذکور نے اس تجویز یا قرارداد کو منظور کرتے وقت اسلام کی وسیع آبادی کے تمام اجزا وحصص کا پورے طور پر لحاظ کیوں نہ کیا تجویز مذکور یہ ہے:۔

متعلقہ انجمنوں کے مبلغ و معلم صرف اصول اسلام متفقہ اہل سنت والجماعت کی تبلیغ کریں گے مسائل اختلافیہ کا جھگڑا ہرگز شروع نہ کیا جائے۔ اگر کوئی مبلغ ایسا کرے گا تو مجلس نمائندگان کا فرض ہوگا کہ وہ اس مبلغ کو علیحدہ کردے۔

آخر میں لکھا ہے کہ چونکہ قاعدہ نمبر ۲۳ کی تعمیل سے ہر دو جماعت احمدیہ نے بالاتفاق انکار کردیا اس لیے ذمہ داری کی بنا پر تمام پہلوؤں پر غور کرکے دونوں جماعتوں کا تعلق مجلس نمائندگان تبلیغ سے منقطع کردیا گیا۔

ہمیں نہایت افسوس ہے کہ مجلس نمائندگان تبلیغ اپنے سنبھالے ہوئے کام کو ٹھیک ٹھیک انجام نہیں دے سکی۔ کیا یہ اس مجلس کے لیے کافی نہ تھا کہ اس قرارداد کو "اصول اسلام متفقہ اہل سنت والجماعت" کے بجائے صرف "اصول اسلام" تک محدود رکھتی اور اس طرح تمام بھائیوں کے مل کر کام کرنے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوتی۔ احمدی بھائیوں نے جس خلوص۔ جس ایثار، جس جوش اور جس ہمدردی سے اس کام میں حصہ لیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان فخر کرے۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مجلس نمائندگان تبلیغ کے فیصلہ انقطاع تے ان کی مخلصانہ کوششوں پر کوئی برا اثر نہیں ڈالا۔ وہ ہر حلقے میں بدستور سرگرم حفظ دفاع اسلام ہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ دو لفظوں کی خاطر ایسے مخلص کارکنوں کو اپنے سے علیحدہ کر دینے میں خاص کونسی مصلحت پیش نظر رکھی گئی ہے اگر مجلس نمائندگان تبلیغ اس قرارداد سے الفاظ "متفقہ اہل سنت والجماعت" کو اڑا دیتی اور صرف اصول اسلام کو قایم رکھتی۔ تو اس سے نمائندگان مجلس تبلیغ باہم یا دوسرے کارکن جو اہل سنت والجماعت سے وابستگی کا شرف رکھتے ہیں احمدی نہیں بن جاتے تھے۔

علاوہ ازیں چند روز گزرے کہ جعفر الیسوی ایڈیشن پنجاب کی طرف سے اس قسم کی اطلاع موصول ہوئی تھی کہ شیعہ بھائیوں نے اس جمعیت عظمیٰ سے متاثر ہوکر درستہ الواعظین لکھنؤ سے دو مبلغ حلقۂ ارتداد میں بھیجنے کے لیے تار دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ مرکزی کمیٹی کے ماتحت کام کریں۔ ممکن ہے کہ وہ پہنچ گئے ہوں لیکن اگر وہ پہونچیں اور ان کے سوا شیعہ بھائی اس بارے میں مذہبی حفظ دفاع کا مزید کام کرنا چاہیں جیسا کہ وہ ضرور کریں گے تو مجلس نمائندگان تبلیغ نے "متفقہ اہل سنت والجماعت" کے الفاظ شامل قرارداد کرکے ان کے لیے اتحاد و اتفاق کے ساتھ کام کا کون سا راستہ باقی رکھا ہے؟ بہرحال ہماری رائے میں اس قرارداد کی فوراً ترمیم ہونی چاہیئے۔ چند اوہام باطلہ کی تسکین کے لیے تمام اسلامی فرقوں کے اتحاد و اتفاق کی دولت کو ضائع کرنا انتہا درجہ کی نادانی اور ناواقفیت ہے ہمیں امید واثق ہے کہ مجلس نمائندگان تبلیغ جلد اس امر کی طرف متوجہ ہوگی۔ قرارداد یوں ہونی چاہیئے کہ:۔

متعلقہ انجمنوں کے مبلغ و معلم صرف اصول اسلام کی تبلیغ کریں اختلافی مسائل کا تنازعہ ہرگز شروع نہ کیا جائے۔۔ الخ

ہم احمدی اور شیعہ بھائیوں سے مودبانہ یہ عرض کرتے ہیں کہ وہ پورے جوش و ایثار سے اس فتنے کے انسداد پر متوجہ رہیں۔ اس لیے کہ کسی شخص یا جماعت کی مفروضہ پابندی سے اسلام کا دامن چھوڑا نہیں جاسکتا۔ اللہ نے چاہا تو یہ تمام رکاوٹیں خود بخود صاف ہو جائیں گی۔

نظم

باغ اسلام میں اک آگ لگی ہے اسوقت

(از جناب منشی رحمت اللہ خاں واثق قادیانی متعلم اسلامیہ کالج لاہور)

آؤ قربانی و ایثار دکھائے کوئی
بات بگڑی ہوئی نئے سرے سے بنائے کوئی

غرق ہیں بحرِ ضلالت میں مسلماں سارے
راجپوتوں کے لیے خون بہائے کوئی۔

دامِ صیاد میں مرغانِ حمیں قید ہوئے
اس اسیری سے انھیں آج چھڑائے کوئی

خدمتِ دین میں سستی نہ دکھائے ہرگز
جب تلک ان کو نہ اسلام میں لائے کوئی

مولوی لوگ تو سب آج پڑے سوتے ہیں
لشکر مہدی مسعود کو لائے کوئی

ہے اگر غیرتِ اسلام ذرا بھی باقی۔
جنگ میں بیٹھ نہ دشمن کو دکھائے کوئی

دشمنِ دیں ہے مقابل میں بڑے زوروں پر
ہاں بالمقابل دینے میں تو اب دیر لگائے کوئی

"باغ اسلام میں اک آگ لگی ہے اس وقت"
چشم پُرنم سے اسے آج بجھائے کوئی

حوصلہ ہمت و جرأت کے تو موسے ہیں بہت
مردِ میدان ہے اگر بالمقابل آئے کوئی

میں بھی لشکر احمد کا سپاہی واثق
بالمقابل مرے تلوار چلائے کوئی

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

هو الناصر

مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے ہمسایہ ہندوؤں کو تبلیغ اسلام کریں

میں اس کام میں ہر طرح کی مدد دینے کیلئے تیار ہوں

امام جماعت احمدیہ کے قلم سے

اس وقت یو پی میں جو راجپوتوں کے ارتداد کا سلسلہ شروع ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس نے مسلمانوں کی آنکھوں پر سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ اور دو باتیں ان پر خوب اچھی طرح سے روشن ہو گئی ہیں۔ اول یہ کہ وہ اپنی حالت پر بلا وجہ اور بلا سبب خوش اور مطمئن تھے۔ حالانکہ ایک کمزور سے کمزور دشمن ان کی غفلت اور دین سے بے پروائی سے فائدہ اٹھا کر ان کے گھروں کے دیواروں میں سیندھ لگا رہا تھا۔

دوم یہ کہ تبلیغ اسلام کے فرض سے جو سب فرائض سے اہم تھا وہ بالکل غافل رہے ہیں۔ اور ان کو جلد اس فرض کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اگر میری رائے یہ درست ہے تو ہمیں اس فتنہ پر خوش ہونا چاہیئے کہ اس نے سوتوں کو جگا دیا اور اس فتنہ کو اس شعر کا مصداق سمجھنا چاہیئے کہ ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند ✽ زیر آں گنج کرم بنہادہ اند

ملکانہ راجپوتوں کی اصلاح کا کام بیشک ایک اہم کام ہے اور جس قدر بھی اس کی طرف توجہ کی جائے کم ہے۔ لیکن سب کے سب لوگ نہ اس کام کے لیے نہ اپنے گھروں کو چھوڑ سکتے ہیں اور نہ چھوڑیں گے اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ لوگ اس امر کو کافی سمجھیں گے کہ انھوں نے اس فعل سے ہمدردی ظاہر کر دی ہے یا یہ کہ کچھ رقم اس کام میں بطور چندہ کے دیدی ہے؟ یقیناً اگر وہ ایسا کرینگے تو اپنے عمل سے ثابت کر دیں گے کہ ان کو اسلام سے کچھ بھی ہمدردی نہیں ہے اور وہ اس کے دکھ کو اپنا دکھ خیال نہیں کرتے اس کی ترقی ان کے نزدیک ان کی ترقی نہیں ہے صرف اس صورت میں ان کا جوش حقیقی جوش کہلا سکتا ہے اور ان کے ایمان کا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اگر وہ اس سے بڑھ کر تبلیغ اسلام میں حصہ لیں اور ثابت کر سکیں کہ ان کے دل میں اسلام کی محبت پانی کے ریلہ کی طرح جوش نہیں مارتی بلکہ ایک پہاڑ کی طرح راسخ ہے۔

بہت سے لوگ حیران ہوں گے کہ اس بات کے حصول کا کیا طریق ہو سکتا ہے۔ لیکن میں ان کو بتاتا ہوں کہ یہ بات بالکل سہل ہے اور وہ اس طرح کہ ہندو مذہب کا فتنہ صرف یو پی کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا بلکہ اگر مسلمان آنکھیں کھول کر دیکھیں تو ہندو ان کے دیوار بدیوار ہندوستان کے ہر صوبہ میں بس رہے ہیں اور جس طرح ہمارا فرض ہے کہ یو. پی کے راجپوتوں کو ارتداد سے بچائیں اسی طرح ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہر ایک شخص ہندوؤں کو خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں مسلمان بنائے۔ پس ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اگر وہ تبلیغ اسلام کے لیے نہیں جا سکتا تو اپنے شہر کے ایک یا ایک سے زیادہ ہندو کو چن لے اور ان کو اسلام کی طرف لانیکی کوشش کرے۔

اسلام ہمیشہ تبلیغ کے ذریعہ سے پھیلا ہے اور ہمارا ذاتی تجربہ ہے۔ اب بھی اس کی یہ طاقت اسی طرح محفوظ ہے جس طرح پہلے تھی اب اس امر سے مایوس نہ ہونا چاہیئے کہ یہ کام کس طرح ہو گا۔ استقلال اور صحیح ذرائع کے استعمال سے یہ کام بخوبی ہو سکتا ہے اور جو اس کام کو شروع کرینگے۔ وہ دیکھ لیں گے یہ کام ذرا بھی مشکل نہیں۔

اب ایک سوال رہ جاتا ہے وہ یہ کہ مسلمان عام طور پر نہ تو اسلام سے واقف ہیں کہ ہندوؤں کے اعتراض کا جواب دے سکیں اور ہندوؤں اور خصوصاً آریوں کے لٹریچر سے واقف ہیں کہ ان کے سامنے ان کے مذہب کے نقص ظاہر کر سکیں پس وہ تبلیغ کیونکر کریں اور کس طرح ہندوؤں پر ان کے مذہب کی کمزوری اور اسلام کی برتری ثابت کریں اس سوال کا حل میں نے یہ سوچا ہے کہ میں چند ایسے علماء کو جو ان دونوں پہلوؤں سے خوب اچھی طرح واقف ہیں مقرر کر دوں۔ جو تمام ایسے شہروں اور قصبات میں جہاں کے لوگ اس کام کے لیے تیار ہوں جا کر ان دونوں مضمونوں کے متعلق لوگوں کو خوب اچھی طرح واقف کرا دیں یہ لوگ ضروری کتب ساتھ لیکر جاویں گے۔ اور ایک جلسہ کر کے بطور لکچر کے نہیں۔ لیکن بطور درس کے ضروری مضامین بعد نام کتاب و مطبع و صفحہ سامعین کو نوٹ کرا دیں گے جو بعد میں ان نوٹوں کی مدد سے آسانی سے ہندوؤں میں تبلیغ اسلام کر سکینگے۔ یہ کام ایک تعلی نہیں بلکہ سب لوگ جانتے ہیں کہ اسلام کو جس طرح ہمارے علماء کر سکتے ہیں دوسرے لوگ نہیں کر سکتے۔ پس دوسرے مذاہب کے نقائص ظاہر کرنے اور اسلام کی خوبیوں کے اظہار کے لیے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ احمدی علماء ان دونوں امور کے متعلق معلومات حاصل کی جاویں۔

پس اس اعلان کے ذریعہ تمام اہالیان پنجاب کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ ان میں سے جو لوگ اس عوت اسلام کے جہاد میں شریک ہو کر جہاد اکبر کے ثواب میں حصہ لینا چاہیں وہ بہت جلد مجھے حصہ دیں۔ میں علماء کے کرایہ اور دیگر اخراجات کے متعلق ان سے کچھ طلب نہیں کرتا سوائے اس کے کہ وہ خود اپنی مرضی سے اس کام میں حصہ لینا چاہیں۔ میں صرف ان سے یہ مطالبہ کروں گا کہ وہ ایک باقاعدہ انتظام کے ماتحت اپنی اپنی جگہ پر اس کام کو شروع کر دیں اور اپنے منتخب کردہ سکرٹری یا امیر کی معرفت مجھے پندرہ روزہ اپنے کام کی اطلاع دیتے رہیں تاکہ اس ترقی کا مجھے علم رہے اور وقتاً فوقتاً ان کو مفید مشورہ دے سکوں اور ان کے جوش کو قائم رکھ سکوں۔ ضروری ہے کہ ایسی درخواستیں باقاعدہ انجمنوں یا ایسے لوگوں کی طرف سے آویں جن کا نام اس امر کی کافی ضمانت ہو کہ وہ درخواست سنجیدگی اور مستقل ارادہ سے کی گئی ہے اور یہ لوگ اس موقعہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرینگے۔

میں اس موقع پر یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم نے اہل ہنود میں تبلیغ کا کام پہلے سے بہت زیادہ زور سے شروع کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سی کامیابی کی امید ہے۔

اے عزیز یہ دنیا چند روزہ ہے۔ اور آخر اللہ تعالیٰ سے واسطہ پڑنے والا ہے۔ یہاں کے آرام ایک خواب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ پس خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لیے اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور پورے طور پر اس کو فائدہ اٹھاؤ۔ آپ لوگوں میں بہت ہوں گے جو اس تجویز کی اشاعت سے پہلے خیال کرتے ہوں گے کہ ہم کس طرح اسلام کی خدمت کر سکتے ہیں۔ میں نے اس سوال کو آپ کے لیے حل کر دیا اور اس کے پورا کرنے کے سامان آپ کے لیے بہم پہنچا دیئے ہیں اور اس کام کے لیے آپ سے ایک پیسہ طلب نہیں کرتا۔ سوائے اس کے کہ آپ خود اپنی خوشی سے ان اخراجات کا کوئی حصہ ادا کریں۔ پس آپ کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہا اور خدا تعالیٰ کی حجت آپ پر پوری ہو چکی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اب آپ ان جوشوں کو پورا کر لیں گے۔ جو پہلے ابھر ابھر کر بیٹھ جاتے تھے اور سامانوں کے موجود نہ ہونے کے سبب ان کے پورا ہونے کی کوئی راہ نہ تھی۔ خدا آپ کے ساتھ ہو۔ اور حق کے سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے اور اس کے پھیلانے کی توفیق عطا فرما دے۔

محمود احمد امام جماعت احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور۔ ۱۴ راپریل ۱۹۲۳ء

متفرقات

اعتذار

۷ را اور ۱۴ را اپریل کا اخبار یکجائی طور پر شائع کرتے ہوئے مجھے تکلیف اور افسوس ہوتا ہے۔ مجلس مشاورت سے ایک روز پیشتر میرے دائیں ہاتھ پر اتفاقاً چوٹ لگی جس کی وجہ سے میں لکھنے سے مجبور رہو گیا۔ اور اب تک بھی ہوں لیکن یہ مجبوری کچھ ایسی نہ تھی۔ بول کر مضمون لکھا جا سکتا تھا۔ مگر دوسری طرف پریس کی مصروفیت اور نقصان کی وجہ سے اخبار نکلنا مشکل ہو گیا۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ آئندہ اس قسم کی دقتیں پیدا نہ ہوں مگر یہ اللہ تعالیٰ کے ہی فضل پر موقوف ہے احباب دعا کریں کہ سلسلہ کی اشاعت کے کاموں میں کوئی روک واقع نہ ہو

تادیب النساء

تادیب النساء کی اشاعت اب تک ہو جانی چاہیئے تھی۔ مگر اس کے لیے نیا ڈیکلریشن دینا ضروری ہو گیا اور میں بوجہ مجبوری بالا گورداسپور نہ جا سکا۔ تاہم اسی ہفتے میں انشاء اللہ شائع ہو جائیگا اور وہ اپریل کا نمبر ہو گا تاکہ سلسلہ درست رہے تادیب النساء کے اس نمبر میں برلن کی مسجد کا نقشہ بھی دیا گیا ہے۔

مجلس مشاورت

مجلس مشاورت کی مختصر رپورٹ

عنقریب نظر ڈاک کی طرف سے شائع ہو جانے کی توقع کی جاتی ہے۔ امید ہے کہ نمائندگان جماعت ان امور (جو مجلس مشاورت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے طے فرمائیں ہیں) جماعت کو فوری عمل کے لیے توجہ دلائیں گے۔

درخواست دعا

تمام احباب احمدی میڈیکل سٹوڈنٹس امرتسر کی کامیابی امتحان کے لیے درد دل سے دعا فرمائیں۔